ناولٹ

عتیقہ ملک

سنو گُل میرے دیس میں

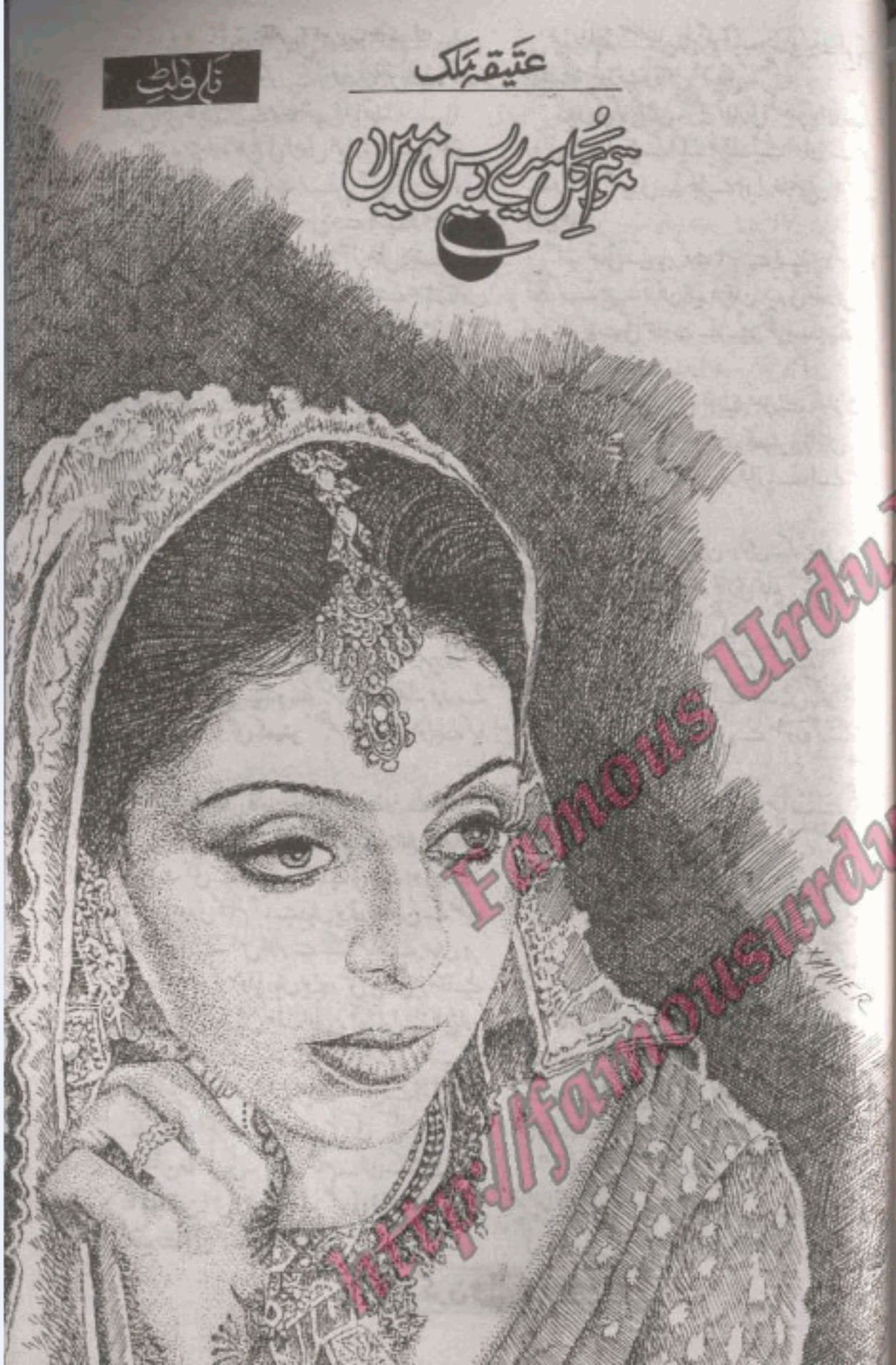

Famous Urdu
http://famousurdu

"لیڈیز اینڈ جنٹلمین السلام علیکم!" دونوں اسٹوڈنٹ ڈائس پر آکر رکے تو عرفہ ریاض نے مائیک کا رخ اپنی طرف کر کے بولنا شروع کیا تھا۔

"یوتھ لاء کالج کی اینول ایوارڈ سرمنی (تقریب تقسیم اسناد) میں شرکت کرنے پر آپ سب کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ اور تہہ دل سے آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ خاص طور پر اپنے آنر ایبل چیف گیسٹ بیرسٹر شیر دل ڈھانہ صاحب کا جو ملک کے ممتاز قانون دان ہونے کے ساتھ یوتھ لاء کالج کی ملک بھر میں پھیلی ہوئی شاخوں کے پائینو زمیں سے ایک ہیں۔ اپنی گوناں گوں مصروفیات میں وقت نکال کر بیرسٹر صاحب کا اس تقریب میں شرکت کرنا ہمارے لیے بے حد باعث افتخار ہے۔ لیڈیز اینڈ جنٹلمین پلیز گو آ بگ ہینڈ ٹو گیدر ٹو ویلکم فار آور آنر ایبل چیف گیسٹ شیر دل ڈھانہ صاحب۔"

بھرپور تالیوں کی گونج سے ہال کے در و دیوار گونج اٹھے تو کمپئرز نے مسکرا کر چیف گیسٹ کی جانب دیکھا تھا۔ جواباً" ڈھانہ صاحب نے اس تعظیم پر ذرا سا مسکرا کر سر کو خم دیتے ہوئے شکریہ ادا کیا تھا۔ عرفہ نے مائیک اپنے ساتھی کمپئر معظم وقار کے حوالے کیا تھا۔

"اس شہر میں قانون کی تعلیم دینے والے اداروں میں یوتھ لاء کالج ایک قدیمی ادارہ ہے۔ جہاں انصاف کی بات آتی ہے۔ جہاں مقابلے کی بات ہوتی ہے۔ جہاں ناموری کا نام آتا ہے وہاں یوتھ لاء کالج کے طلباء کا نام آتا ہے۔ اس ادارے کے طلباء نے جہاں ہر شعبے میں خود کو منوایا وہاں یونیورسٹی کی سطح پر مقابلے اور ذہانت کی دوڑ میں صف اول پر پہنچ کر اپنے کالج اور اساتذہ کا نام روشن کیا۔ جیسے ہماری ساتھی طلب علم سیکنڈ ایئر کے وقاص شہیدی... جنہوں نے 2013ء کے اینول ایگزامز میں یونیورسٹی کی سطح پر دوسری پوزیشن حاصل کی۔ آج کی شام... ان کے نام... آج کا فنکشن اس ذہین طالب علم کی ذہانت کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے... لیڈیز اینڈ جنٹلمین پلیز گو آ بگ ہینڈ ٹو گیدر فار آور برلینٹ اسٹوڈنٹ وقاص شہیدی۔"

تالیوں کی گونج میں معظم غفار کی گمبھیر آواز دب کر رہ گئی تھی۔ اسٹیج کے ایک طرف بیٹھے اسٹوڈنٹ میں سے وقاص شہیدی نے کھڑے ہو کر حاضرین کا شکریہ ادا کیا تھا۔

"اللہ تعالیٰ کے بابرکت نام سے اپنے پروگرام کا آغاز کرتے ہیں۔ قرآن مجید فرقان حمید کی مقدس اور بابرکت آیات کی تلاوت کے لیے تشریف لاتے ہیں قاری مجاہد حسین...

عرفہ ریاض نے اپنی خوب صورت آواز میں اناؤنس کیا اور دونوں اسٹوڈنٹ کمپئرز ڈائس سے ہٹ کر اسٹیج پر ایوارڈ کے حق دار قرار پانے والے طلباء کے ساتھ آن بیٹھے تھے۔

گزرتے ہی لمحوں میں ان دونوں کے چہروں سے اضطراب جھلکنے لگا تھا کیونکہ قاری مجاہد حسین کو بیک اسٹیج سے آنے میں دیر ہو گئی تھی۔

"کیا ہوا قاری صاحب کیوں نہیں آرہے؟"

"میرا خیال ہے ان کے آنے تک میں کچھ اشعار پڑھ دیتا ہوں۔" معظم غفار اس سے مشورہ کر کے اٹھا تھا۔

"لیڈیز اینڈ جنٹلمین۔ تلاوت کلام پاک سے قبل چند حمدیہ اشعار آپ کی نذر کرتا ہوں۔" معظم ایک دفعہ پھر مائیک سنبھال چکا تھا۔

"وقاص! بیک اسٹیج جا کر دیکھو قاری صاحب کیوں نہیں آرہے؟" عرفہ نے دھیمی آواز میں وقاص کو بیک اسٹیج جانے کی ہدایت کی تھی۔

"قاری صاحب میرا نکاح پڑھانے گئے ہیں۔ دیر سے واپس آئیں گے۔" یہ تمسخرانہ آواز پہلی رو میں بیٹھے ہوئے ایڈووکیٹ زین العابدین کی تھی۔ وہاں موجود اسٹاف کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

"تو پھر تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" جواباً" کسی نے پوچھا تھا... مگر جس کسی کو سنانے کے لیے یہ بات کہی گئی تھی۔ اس کی سماعتوں میں یہ الفاظ تیر بن کر اترے تھے زہر بن کر رگ جاں میں اترے تھے۔

یہ کوئی نہیں جانتا تھا کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ ان الفاظ نے کسی ذی نفس کے ارد گرد وحشتیں بکھیر دی تھیں۔ اس نے اپنی سماعتوں کو حاضر رکھنے کی کوشش کی تھی۔

تیری نوازشوں سے ترے کرم سے مولا
رحمت کی سبز چادر ہر ایک پر تنی ہے
کچھ اس ادا سے ہم نے اب کے تجھے پکارا
ہے پر یقین لہجہ اور آنکھ میں نمی ہے

معظم غفار کے خوب صورت روح میں اترنے والے آواز اس کو ڈھارس دے رہے تھے اور تب ہی بیک اسٹیج سے قاری مجاہد حسین نمودار ہوئے تھے۔

☆☆☆

وہ گاڑی سے ذرا فاصلے پر کھڑا بے زاری سے پلازہ سے باہر نکلتے لوگوں پر نظریں جمائے عاصم کا انتظار کر رہا تھا۔ اسے اندر گئے نہ جانے کتنی دیر ہو گئی تھی۔ عاصم جو اسے دو منٹ انتظار کرنے کا کہہ کر اندر گیا تھا۔ اتنی دیر کے بعد بھی باہر نہ نکلا تو زین شاہ کی بے زاری کوفت میں بدلنے لگی تھی۔ ارد گرد ٹھیلے اور ریڑھیوں والے اپنی اپنی آوازیں لگا رہے تھے۔ یہ شہر کے صنعتی ایریے سے ملحق بازار اور گرد و نواح کا خاصا رش والا علاقہ تھا۔

"سنیں بھائی!" ابھی وہ عاصم کو کال کرنے کا سوچ ہی رہا تھا کہ قریب سے ایک نسوانی آواز پر نظریں اٹھا کر دیکھا تھا۔

گرین کلر کے کاٹن کے سوٹ میں ملبوس سر پر دوپٹا اور چہرے پر ڈھیروں تھکن اور گرمی کا شدید احساس لیے وہ اس سے مخاطب تھی۔

"جی!" وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"ایک برگر تو بنا دیں۔" وہ اطمینان سے شولڈر بیگ اتار کر اب پیسے ڈھونڈ رہی تھی۔

"جی۔" دوسری طرف زین شاہ کو جیسے کرنٹ لگا تھا۔ مانا کہ اس وقت وہ برگر ٹھیلے کے قریب کھڑا تھا اور خاصے رف حلیے میں تھا مگر اب اتنا بھی گیا گزرا نہیں تھا کہ کوئی یوں اس سے برگر بنانے کی فرمائش کر ڈالے سو اس حساب سے اس کا "جی" خاصا لمبا اور قابل توجہ تھا۔

"جلدی کریں ناں۔" بیگ سے پیسے نکال کر وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی تو اسے اپنی طرف تکتے پا کر پھر سے پیاس اور تھکن زدہ لہجے میں گویا ہوئی تھی۔ زین نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں نہ جانے برگر والا کہاں چلا گیا تھا۔

"شکر ہے یار... تم ابھی تک ادھر ہی کھڑے ہو ورنہ اس ٹوانے کے بچے نے میرا اتنا وقت ضائع کیا۔ میں تو سوچ رہا تھا۔ کہیں تنگ آکر تم نکل ہی نہ گئے ہو۔"

تب ہی عاصم تیزی سے بولتا ہوا اس کے پاس آیا تو زین شاہ نے گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے ڈیش بورڈ سے سن گلاسز اٹھا کر چڑھائے اور گاڑی ریورس کرنے لگا تھا۔ گاڑی سڑک پر ڈالتے ہوئے اس نے ایک نظر ان محترمہ کو دیکھا محترمہ کی نظریں خاصی شرمندگی سے اس کے تعاقب میں تھیں۔ البتہ وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ دل ہی دل میں خود کو کوس بھی رہی تھی۔

"جی باجی... کیا لینا ہے کیا چاہیے؟" تب ہی برگر والا بھاگم بھاگ اپنے ٹھیلے پر آن کھڑا ہوا اور اسی افتاد سے دریافت بھی کر رہا تھا۔

☆☆☆

"عرفہ... مجھے یاد نہیں رہا ذرا سویٹ ڈش کا ڈونگا فریج میں رکھ دینا۔"

بھیا کے آواز لگانے پر شازمہ بھابھی کچن سے نکلیں اور پھر پلٹ کر اسے ہدایت کرتے ہوئے سیڑھیاں چڑھ گئیں اور بریانی کا مسالا بھونتے ہوئے اس نے تیز تیز ہاتھ چلاتے ہوئے آنچ دھیمی کی اور ڈونگا اٹھا کر فریج میں رکھا تھا۔ مسالا تقریباً" تیار ہو چکا تھا اس نے پانی ڈال کر ابلنے کا انتظار کیا اور چاول ڈال کر ڈھکن لگاتے ہوئے تیزی سے کچن سمیٹنا شروع کیا تھا

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com/

جو کہ لنچ کی تیاری کے دوران خاصا بکھر چکا تھا۔

وہ صرف دو دن کے لیے گھر آئی تھی پہلا دن تو آرام کرتے ہوئے گزرا تھا مگر آج لنچ پر۔۔۔ بھابھی کو خصوصی اہتمام کرتے ہوئے دیکھ کر خود کو ان کا ہاتھ بٹانے سے نہ روک سکی تھی۔ اگرچہ صفائی اور اوپر کے کاموں کے لیے ملازمہ موجود تھی۔ مگر دو چھوٹے چھوٹے بچوں کے ساتھ بھابھی گویا گھن چکر بنی رہتیں۔ ایسے میں عرفہ گھر پر ہوتی تو حتی الامکان ان کا ہاتھ بٹانے کی کوشش کرتی۔

"عرفہ کتنی دیر لگے گی۔ تمہارے بھیا کھانے کا پوچھ رہے ہیں۔" بھابھی کے کچن میں جھانکنے پر وہ اپنے دھیان سے چونکی تھی۔

"بس بھابھی! بریانی دم پر ہے۔۔۔ میں برتن لگاتی ہوں۔"

لنچ کے لیے تیار کی گئی ڈشز ٹیبل تک لاتے ہوئے اسے بھول گیا کہ اس نے اپنا موبائل استری اسٹینڈ پر چارجنگ پر لگایا تھا اور بھیا گھر پر ہی تھے۔ جب سے پچھلے چند ماہ سے اس کے موبائل پر نا معلوم نمبر سے میسجز اور کالز کا سلسلہ شروع ہوا تھا وہ ایسی غلطی کبھی نہیں کرتی تھی۔

تپش سے بچ کے گھٹاؤں میں بیٹھ جاتے ہیں
گئے ہوؤں کی صداؤں میں بیٹھ جاتے ہیں
ہم اردگرد کے موسم سے جب بھی گھبرا جائیں
تیرے خیال کی چھاؤں میں بیٹھ جاتے ہیں

موبائل پر میسج کی بپ بجی تو آخری سیڑھی سے نیچے آتے ابوذر ریاض نے موبائل اٹھالیا تھا اور کچن سے باہر آتی عرفہ کے ہاتھ سے پلیٹ چھوٹتے چھوٹتے بچی تھی۔ ابوذر ریاض لب بھینچ کر موبائل اسکرین پر نظر دوڑا رہے تھے، تبھی موبائل اسکرین پر ایک اور میسج نمودار ہوا تھا۔

وقت گزرا تو یہ ملال ہوا
ختم زندگی کا ایک سال ہوا
کتنی شدت سے کوئی یاد آیا
آج جینا بڑا محال ہوا

"آئی مس یو جاناں۔۔۔ کب واپس آرہی ہو؟" علی وقاص۔

"آپ تو کچھ لے ہی نہیں رہے کہاں بھوک بھوک کا شور مچار کھا تھا اور اب۔۔۔" شازمہ بھابھی نے انہیں دو تین بار ٹوکا اور پھر ان کی پلیٹ میں چاول ڈالے تھے مگر ان کی بھوک کیوں اڑ گئی تھی یہ عرفہ ریاض اچھی طرح جانتی تھی۔ خود اس کے اپنے حلق میں نوالے اٹک گئے تھے۔ وہ منتظر رہی کہ بھیا اس سے کچھ پوچھیں گے مگر وہ زہر مار کر کے اٹھ گئے تھے۔

☼ ☼ ☼

"میں جب بھی بھیا سے ملنے جاتی ہوں وہ یہی کہتے ہیں کہ میں ان کی فکر چھوڑ کر اپنے کیریئر پر توجہ دوں اپنی ایجوکیشن کمپلیٹ کروں۔" وہ اپنی دوست نصرت سے بے حد الجھے انداز میں ڈسکس کرنے چلی آئی تھی۔

"وہ بالکل ٹھیک کہتے ہیں تمہارے خاندان کے ساتھ پیش آنے والے حادثے نے تمہاری زندگی کے بہت سے قیمتی سال نکل لیے ہیں۔ اور خدانا خواستہ کل کلاں کو تمہیں ہی اپنی فیملی کی کفالت۔۔۔"

"ایسے مت کہو نصرت خدا کے لیے ایسے مت کہو میں کبھی ایسا سوچ بھی نہیں سکتی میں ان کے بغیر اپنی زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتی، وہ بھائی سے بڑھ کر میرے لیے باپ کی طرح ہیں اور میری وجہ سے۔۔۔"

"تمہاری وجہ سے نہیں وہ سب قسمت میں اسی طرح ہو گا نہ تمہارے بھیا کا ارادہ تھا نہ تمہارا اس میں کوئی قصور۔ اب اس گلٹ سے نکل کر مثبت انداز میں زندگی کے موجودہ رخ کو دیکھو اور تم یہ بھی تو سوچو کہ جب تم ایجوکیشن کمپلیٹ کر کے اپنا کیریئر بنالو گی تو تمہارے بھائی کو کتنا اطمینان ہو گا یہ کیس تو کتنا عرصہ لٹکتا رہے گا اور تم اس طرح ان کی فیملی کو سنبھال سکو گی۔" "اب یونیورسٹی رول کے مطابق اتنے سالوں بعد میں ڈراپ کیا ہوا فائنل سمسٹر Continue اسٹارٹ نہیں کر سکتی یوں بھی ایم اے ایجوکیشن سے ہو گا کیا؟ زیادہ سے زیادہ میں ٹیچر لگ جاؤں گی نا۔ چوہدری انکل ہیں نا بھائی کے لائر۔ انہوں نے مجھے اس فیلڈ میں آنے کا مشورہ دیا ہے۔ مگر میں سوچتی ہوں اس میں تو بہت سے سال لگ جائیں گے۔"

"سال گزر جاتے ہیں عرفہ سال گزرنے میں کون سی دیر لگتی ہے۔ بس تم حوصلہ پکڑو اور زندگی کو وہیں سے جینا شروع کر جہاں سے تم نے اسے چھوڑا تھا۔ ان شاء اللہ ساری مصیبتوں کا حل نکلتا چلا جائے گا۔"

☼ ☼ ☼

"اس گھٹیا علی وقاص سے تو بات کرنا ہی پڑے گی۔ یہ بھلا چاہتا کیا ہے۔ اپنی بہن کے نمبر رومانٹک میسج بھیج کر دل پشوری کرلے۔" دانت پیستے ہوئے وہ سوچ رہی تھی اور بالآخر فیصلہ کیا تھا۔

پچھلے کئی ماہ سے یہ سلسلہ چل رہا تھا مختلف قسم کے میسجز جن میں اسے بڑے رومانٹک القابات سے مخاطب کیا جاتا۔ ہر ہفتے دو ہفتے بعد کال آجاتی مگر اس نے کال اٹینڈ نہ کرنے کا تہیہ کر رکھا تھا۔ حقیقی معنوں میں پہلی بار آج اسے اس صورت حال پر شدید کوفت اور حد درجہ پریشانی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ کافی سوچ بچار کے بعد اس نے سفیر سے رابطہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ پتا نہیں اس کے نمبر پر کال لگے گی یا نہیں۔۔۔ نمبر ڈائل کرتے ہوئے وہ وسوسے کا شکار تھی۔ سفیر آرمی میں کیپٹن تھا اور آج کل کسی ہل ایریا میں پوسٹڈ تھا۔ اس کی باضابطہ طور پر سفیر سے بات طے تھی۔ دوسرے کزن ہونے کے ناطے بھی وہ بے تکلف ہو کر اس سے مشورہ اور مدد لے سکتی تھی۔

"زہے نصیب آج دشمنوں نے کیسے یاد کرلیا؟" دوسری طرف اس کی چہکتی ہوئی آواز سنائی دی تھی۔

"مذاق مت کرو سفیر میں اس وقت بہت پریشان ہوں۔" اس کا لہجہ حد درجہ مضمحل تھا۔

"تب ہی تو۔۔۔ تب ہی تو۔۔۔ میں کہوں دشمنوں نے دشمنی چھوڑ کر دوستی کا ہاتھ بڑھانے میں پہل کی ہے ضرور کوئی بات ہے۔"

"سفیر! اب میں رو دوں گی اب اگر تم نے بک بک بند نہ کی۔۔۔" وہ حد درجہ سنجیدہ ہوئی۔

"او' کے۔۔۔ او کے بتاؤ کیا پریشانی ہے؟" اس کے روہانسے انداز پر وہ سنجیدہ ہو چلا تھا تب اس نے بغیر سانس لیے ساری صورت حال کہہ سنائی تھی۔

"پچھلے کئی مہینے سے یہ سلسلہ چل رہا ہے اور تم مجھے اب بتا رہی ہو۔"

"سفیر ٹرائی ٹو انڈر اسٹینڈ یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی کہ میں تمہیں بتاتی۔۔۔ میسجز آتے رہتے تھے میں ڈیلیٹ کرتی رہتی تھی۔ اور کال تو میں نے کبھی اٹینڈ ہی نہیں کی میرا خیال تھا جو بھی ہے تنگ آکر خود ہی چھوڑ دے گا۔"

"اب میں کیا کروں؟" وہ گہرا سانس لے کر پوچھ رہا تھا۔ "تم ایسا کرو وہ نمبر مجھے سینڈ کرو۔"

"نمبر کا تم کیا کرو گے۔۔۔ میں بھیا کی وجہ سے سخت پریشان ہوں۔ پتا نہیں انہوں نے کیا سوچا ہو گا۔"

"ان کی تم فکر مت کرو۔ میں ان سے بات کرلیتا ہوں۔"

"بہر حال مجھے تم نمبر سینڈ کرو میں دیکھوں تو یہ الو کا۔۔۔" وہ کچھ کہتے کہتے رکا۔ "ہے کون یہ؟"

☼ ☼ ☼

بھیا کے مسلسل اصرار اور دوستوں کے تائیدی مشوروں کے نتیجے میں وہ تعلیم مکمل کرنے کا ارادہ باندھ کر یوتھ لاء کالج پہنچی تھی۔ زندگی کی غلام گردشوں سے گزرنے کے بعد ذہن اور حالات دونوں ہی اس قدر تبدیل ہو چکے تھے کہ اس نے اب کی بار قسمت آزمانے کے لیے قانون کے شعبے کو اپنے لیے مناسب چنا تھا۔ پتا نہیں کب تک اس شعبے میں قسمت کی گردشوں سے نبرد آزما رہنا پڑے لہٰذا وہ یوتھ لاء کالج کے چوکیدار سے معلوم کر رہی تھی کہ ایڈمیشن کے لیے اسے کہاں سے رہنمائی مل سکتی ہے۔ جو اسے چھوڑ کر اندر گیا اور پھر چند ثانیوں کے بعد باہر آگیا تھا۔

"آئیں بی بی۔۔۔ آپ کو جو کچھ پوچھنا ہے اسامہ صاحب سے پوچھ لیں۔" چوکیدار اسے آفس کے اندر

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com/

چھوڑ کر باہر چلا گیا تھا۔

"پلیز بیٹھیں۔۔۔" صوفے پر بیٹھے شخص نے خیر مقدمی انداز میں اسے بیٹھنے کی دعوت دی تھی۔

"مجھے معلوم تو ہے کہ اب کسی بھی کالج میں ایڈمیشن وغیرہ نہیں ہو رہے لیکن مجھے پتا کرنا تھا کہ اس سال ایگزام دینے کے لیے میرا ایل ایل بی میں ایڈمیشن ہو سکتا ہے۔"

"آئی تھنک ہو سکتا ہے ہمارے کالج کی چند سیٹس باقی ہیں۔" اسامہ صاحب نے سوچتے ہوئے کہا تھا۔

"میرا خیال ہے آپ پراسپکٹس وغیرہ چیک کر لیں فیس پیک اطمینان سے دیکھ لیں۔ ابھی ہمارے ایڈمن ہیڈ آنے والے ہیں وہ آپ کو باقی انفارمیشن دے دیں گے۔"

"میرا آپ سے معلوم کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جو آپ لوگ یونیورسٹی وغیرہ میں رجسٹریشن کرواتے ہیں۔ وہ کیا اب۔۔۔"

"کسی بھی اسٹوڈنٹ کی رجسٹریشن لیٹ فیس کے ساتھ ایگزامینیشن فارم بھیجنے سے پہلے تک کروا دیتے ہیں۔ وہ کوئی پرابلم نہیں ہے۔"

"لیجیے ہمارے ایڈمن ہیڈ بھی آ گئے۔" کلرک نے کھڑکی کے شیشوں سے گیٹ کے اندر داخل ہوتی گاڑی کو دیکھ کر کہا تھا۔

"ایڈووکیٹ زین صاحب سے آپ باقی تفصیلات پتا کر سکتی ہیں۔" ایڈمن آفس میں داخل ہونے والے بندے پر نظر پڑتے ہی عرفہ پر گھڑوں پانی پڑ گیا تھا۔ وہ جو اس روز بے تکے انداز میں برگر بنانے کا آرڈر دے کر کچھ دیر شرمندہ رہی تھی۔ مگر پھر زیادہ دیر تک اس بات کے اثر نہ رہ سکی کہ زندگی کے بکھیڑے اور الجھنیں ہی اس قدر تھیں کہ ذرا دیر کو کی جانے والی احمقانہ حرکت اس کے ذہن سے نکل گئی تھی۔

مگر اپنی اس غلطی پر شرمندگی کسی ان دیکھی بلا کی مانند آج پھر اس پر وارد ہو گئی تھی۔ ایک مشہور و معروف کالج کے ایڈمن ہیڈ کی حیثیت سے اس شخص کا سامنا کرتے ہوئے جسے محض تین دن پہلے وہ برگر بنانے کا کہہ چکی تھی۔

☆ ☆ ☆

پہلی پہلی بار محبت کی ہے
پہلی پہلی بار محبت کی ہے
کچھ نہ سمجھ میں آئے میں کیا کروں۔۔۔

بار بار موبائل کی بجتی ٹون بھی اس کی گہری نیند میں خلل ڈالنے میں ناکام رہی تھی اور ٹون بجتی رہی بجتی رہی۔ حتی کہ اس کی روم میٹ فائزہ کی آنکھ کھل گئی تھی۔

"عرفہ عرفہ پلیز۔۔۔ اس موبائل کو بند یا تو آف کر دو یا کال اٹینڈ کرو۔۔۔" وہ بے حد جھنجلا کر کہہ رہی تھی۔

"ہیلو۔" اس نے نیند بھری آواز میں اس کی کال ریسیو کی تھی۔

"جانم اس پہاڑوں کے جانشین کو زحمت دینے کی کیا ضرورت تھی ہمارا آپس کا معاملہ تھا ہم خود ہی طے کر لیتے۔"

دوسری طرف بغیر کسی تعارف کے شروع ہونے والی گفتگو اس کی نیند بھک سے اڑا گئی۔۔۔ ابھی انہیں سوئے ہوئے محض ایک گھنٹہ ہی ہوا تھا بارہ بجے آنے والی یہ کال۔۔۔ اور یہ بھی اتفاق تھا کہ اس شخص کی آواز وہ پہلی بار سن رہی تھی۔

"کیا بکواس ہے۔۔۔ کون بات کر رہے ہو۔" اس کا لہجہ خود بخود سخت ہو چلا تھا۔

"تم نے پہچانا نہیں۔۔۔ علی وقاص بات کر رہا ہوں۔" بے تکلفانہ انداز میں یوں کہا گیا گویا وہ کتنا اچھا ریلیشن شپ رکھتے ہوں اور محض اتفاق سے عرفہ کو اسے پہچاننے میں غلطی ہو گئی ہو۔

"کون ہو تم علی وقاص اور تمہارے ساتھ کیا مسئلہ ہے؟"

"میں ایک ٹیلی کام انجینئر ہوں اور مسئلہ۔۔۔ میرے ساتھ تو کوئی مسئلہ نہیں۔۔۔ سوائے آپ کی جدائی کے۔۔۔ اس مسئلے کو حل کرنے میں لگا ہوں۔۔۔ عنقریب

حل ہو جائے گا۔۔۔ مگر بائے یہ فراق یار۔۔۔ فی الوقت تو اس سے بڑا مسئلہ کوئی نہیں۔" دوسری طرف ٹھنڈی سانس بھر کر کہا گیا تھا اور عرفہ کو سمجھ نہ آیا کہ وہ اس بکواس کا کیا جواب دے۔

"کیپٹن سفیر کا فون آیا تھا بڑی بڑھکیں مار رہا تھا۔ میں نے بھی کہا تم کون ہوتے ہو ہمارے آپس کے معاملے میں بولنے والے۔۔۔ ہم خود ہی اس معاملے کو نبٹا لیں گے۔" عرفہ نے جل کر کال کاٹ دی اور فون بھی آف کر دیا تھا مگر اس کی نیند اڑ چکی تھی۔

"سو جاؤ رانگ کالز پر پریشان نہیں ہوتے۔" اسے نیم دراز دیکھ کر فائزہ نے مشورہ دیا اور کروٹ بدل کر آنکھیں بند کر لیں مگر عرفہ ریاض سونہ سکی وہ ایسی رانگ کالز افورڈ نہیں کر سکتی تھی۔ اس کا تعلق جس خاندان سے تھا وہاں پر کاکوا بہت آسانی سے بنایا جاتا تھا اور اگر ایک دن کی بات ہوتی تو وہ اگنور کر دیتی مگر یہ سلسلہ تو پچھلے چھ ماہ پر محیط تھا۔

☆ ☆ ☆

"سر جس طرح آپ بتا رہے ہیں کہ پیپرز میں محض چند ماہ باقی ہیں تو میں کورس کور کر لوں گی؟" اس نے کچھ پریشانی سے دریافت کیا تھا۔

"وائے ناٹ؟ آپ کا اکیڈمک ریکارڈ شو کر رہا ہے کہ آپ کافی برلینٹ اسٹوڈنٹ ہیں اور ہم آپ کو سبجیکٹو اور اوبجیکٹو کے نوٹس دیں گے پیپرز کے دوران۔۔۔ اس کے علاوہ پیپرز کے دوران سلیکٹو اسٹڈی کے لیے ہر پیپر کا ایک گیس ملے گا۔"

"سر مجھے لیٹ فیس کتنی جمع کرانی ہو گی؟"

"لیٹ فیس۔۔۔" اس نے چند ثانیے کو سوچا تھا "آپ یوں کریں روٹر کے مطابق جو ہماری فیس ہے وہ جمع کروا دیں ہم آپ سے لیٹ فیس چارج نہیں کریں گے؟" اس نے شائستگی کے ساتھ دی جانے والی رعایت سے آگاہ کیا تو عرفہ خاصی مطمئن ہو گئی تھی۔

"اور سر ہاسٹل۔۔۔؟"

"یہ بات تو آپ کو سب سے پہلے پوچھنی چاہیے تھی بلڈنگ کے سیکنڈ فلور پر ہمارا گرلز ہاسٹل ہے اور کالج کی بیک پر الگ بلڈنگ میں بوائز کے لیے اکوموڈیشن ہے۔"

"تھینک یو ویری مچ سر؟ میں ڈاکومنٹس اور فیس کس کو کب جمع کراؤں؟ عرفہ نے مزید اس کا ٹائم لینا مناسب نہ سمجھا تھا۔

☆ ☆ ☆

اگلے ڈیڑھ ماہ میں علی وقاص نے ہر وقت کالز کر کے اور میسجز بھیج بھیج کر اس کا حقیقی معنوں میں جینا حرام کر ڈالا تھا۔ اس نے نمبر تبدیل کیا مگر محض ایک ہفتے کے بعد وہ نمبر بھی علی وقاص معلوم کر چکا تھا۔ اس نے کس رنگ کی چپل پہنی ہے، کس رنگ کے کپڑے پہنے ہیں حتی کہ اس کے بالوں پر کس رنگ کی پن لگی ہے۔ وہ کون سی بات تھی جو علی وقاص کو معلوم نہیں تھی۔ اس نے فائزہ سے مشورہ کیا یقیناً" یہ کوئی یونیورسٹی کا اسٹوڈنٹ تھا جو اس کے بارے میں ایسی انفارمیشن بھی رکھتا تھا اور تب اس نے سفیر سے بات کی کہ وہ اسے اس نمبر کا ڈیٹا معلوم کر کے دے اور یہ کام سفیر کے لیے کچھ مشکل نہ تھا۔

"عمر مبارک۔۔۔"

"وہ لمبی زلفوں والا لڑکا۔۔۔ ایجوکیشن کا ہی اسٹوڈنٹ ہے۔۔۔ جس نے داڑھی رکھی ہوئی ہے شاید کسی جماعت سے بی لانگ کرتا ہے۔" فائزہ نے اس کا بائیو ڈیٹا معلوم ہونے پر کچھ حیران ہو کر کہا تھا۔

"میرے ذہن میں نہیں آ رہا۔۔۔" عرفہ خاصی الجھی ہوئی تھی۔ اب ایم اے ایجوکیشن کے ڈیڑھ سو اسٹوڈنٹس میں سے ہر ایک کی پہچان تو اسے نہ تھی۔

"بہر حال کل تم میرے ساتھ چلنا ذرا اس کی خبر لیں گے۔" اس نے فائزہ سے کہا تھا "ہاں ہاں کیوں نہیں یار۔۔۔ مجھے تو خود اس پر اتنا غصہ آ رہا ہے کیا چھپا رستم نکلا۔" فائزہ نے دانت پیس کر تائید کی تھی۔۔۔ "دیکھنے میں تو اتنا شریف لگتا ہے کبھی کسی کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھا اور حرکتیں تو دیکھو۔۔۔"

http://famousurdunovels.blogspot.com/

"اب جب اسے پتا چلے گا کہ ہم نے اس کے نمبر کا بائیو ڈیٹا معلوم کر لیا ہے تو یقیناً" کچھ تو اثر ہو گا۔ اپنی حرکتوں سے باز آ ہی جائے گا۔" عرفہ نے امید بھرے انداز میں لب کچلے تھے۔

"باز کیسے نہیں آئے گا؟ باز نہیں آئے گا تو ہم ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ کو کمپلین کر دیں گے۔"

☆ ☆ ☆

"سر ہم منگلا ڈیم چلیں گے۔" فضا کی رائے تھی۔

"نہیں سر کلر کہار جائیں گے۔" نمرہ نے فرمان جاری کیا تھا۔

"سر میں نے کٹاس نہیں دیکھا ہوا۔" عظمیٰ نے نکتہ اٹھایا تھا۔

"چلیں ایک دن منگلا دوسرے دن کلر کہار اگلے دن کٹاس بھی ہو آئیں گے۔" زین العابدین نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا تھا۔

"آپ کیوں خاموش ہیں عرفہ آپ بھی بتائیں نا آپ کہاں جانا چاہیں گی۔"

"سر میرے لیے جانا مشکل ہے۔" اس نے معذرت کی۔

"کیوں بھئی سارے اسٹوڈنٹس کو جانا ہو گا کوئی ایکسکیوز نہیں چلے گا۔ بوائز نے تو نادرن ایریاز کی فرمائش کی ہے۔ لیکن آپ لوگوں کی وجہ سے ہم کسی نزدیکی پکنک سے ہو کر آنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا کوئی ایک پوائنٹ ڈیسائڈ کر کے بتاؤ۔"

"عرفہ آپ کی اسٹڈیز کیسی جا رہی ہیں کوئی پرابلم تو نہیں ہے۔" اس نے آفس کی جانب مڑتے ہوئے یاد آنے پر پوچھا تھا۔

"سر کرمنالوجی کا سبجیکٹ بہت مشکل اس کے چند ٹاپکس مجھے بالکل سمجھ نہیں آ رہے۔"

"اچھا۔۔۔ ایسا کریں اپنی قوم کے ایک دو اور لوگوں کو بھی لے کر میرے آفس آ جائیں میں آپ کو سمجھا دیتا ہوں۔" سر کے آفر کرنے پر وہ نمرہ اور عظمیٰ کے ساتھ آفس آ گئی تھی۔

"اور اینڈ میں اس ٹاپک کے حوالے سے آپ کو ایک ٹپ دے دوں کہ آپ کائنڈز آف قتل کو ئیسٹ کو مدنظر رکھتے ہوئے پڑھیں تو یہ آپ کو بہتر طور پر سمجھ آئیں گی۔۔۔ جیسے قتل عمد میں نیت بھی قتل کی ہوتی ہے اور سزا بھی نیت کے حساب سے دی جاتی ہے۔۔۔ یعنی ارادتاً" کیے جانے والے قتل پر قصاص کے طور پر سزائے موت دی جاتی ہے اور قتل خطا میں جو نیت سے نہیں ہوتا عام طور پر دیت۔۔۔"

"ایکسکیوزمی سر؟" عرفہ نے اچانک کہا تو زین العابدین نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"سر کورٹ کی طرف سے پھانسی کی سزا سنا بھی دی جائے تو عمل تو نہیں ہوتا؟" اس نے موہوم سی امید کے تحت پوچھا تھا۔ وہ چند ثانیے خاموش رہا۔

"آج کل تو پھانسی کی سزا پر عمل درآمد نہیں ہو رہا۔۔۔ لیکن ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا۔۔۔ گورنمنٹ کی پالیسیاں تبدیل ہوتی رہتی ہیں تو عمل درآمد شروع ہو جاتا ہے اور اس سزا پر عمل درآمد ہونا بھی چاہیے کیونکہ ایک شخص جو کسی فرد کو بے رحمی سے قتل کر دے اسے اس انجام تک ضرور پہنچنا چاہیے۔"

"سر کچھ لوگ مجبوری میں یا انتہائی حالت میں ایسے قدم اٹھا لیتے ہیں تو۔۔۔"

"مجبوری میں کوئی بھی ایسا قدم اٹھانا سیلف ڈیفنس کہلاتا ہے یہ تو آپ پڑھ ہی رہی ہیں۔"

"سر قانون بہت اوقات سیلف ڈیفنس کو تسلیم ہی نہیں۔۔۔"

عظمیٰ نے اسے کہنی ماری تو عرفہ کو اس کا ایسا کرنا بہت کھلا وہ گھور کر اس کی طرف دیکھنے لگی تھی اور سر زین اپنی کسی سوچ میں گم تھے کہ ان کی طرف توجہ ہی نہیں دی تھی۔

"تم مجھے کیوں کہنیاں مار رہی تھیں۔" آفس سے نکل کر کلاس کی طرف جاتے ہوئے اس نے عظمیٰ کی کلاس لینا شروع کی تھی۔

"یار تم دیکھ نہیں رہی تھیں سر کتنے پریشان سے ہو گئے تھے۔"

"کیوں؟ سر کیوں پریشان ہو گئے تھے؟" وہ حیران ہو کر سوال کر بیٹھی تھی۔

"تمہیں نہیں پتا سر کے چھوٹے بھائی۔۔۔"

"سنو تو عظمیٰ آج کلاس میں کیا ہوا۔۔۔" ابھی ان کی دوسری کلاس فیلوز ہنستی ہوئی باہر نکلیں اور عظمیٰ کی بات ادھوری رہ گئی۔

وہ تھرڈ پراف کا عبداللہ ہے نا ہر وقت ناخن چباتا رہتا ہے۔

"ہاں ہاں کیا ہوا اسے؟" ان تینوں نے مشترکہ سوال کیا تھا۔

"اسے کچھ نہیں ہوا یہ اپنی ورد ہے نا تین دن اسے اس حرکت پر ٹوک چکی تھی آج اس نے عبداللہ کو ناخن کترتے ہوئے دیکھا تو شوز میں سے پاؤں نکال کر اس کے سامنے چیئر پر رکھتے ہوئے کہنے لگی۔ "عبداللہ بھائی یہ میرے پاؤں کے ناخن تھوڑے بڑھ گئے ہیں۔ میرا نیل کٹر ہاسٹل میں گم ہو گیا ہے۔ آپ ذرا میرے ناخن بھی کتر دیں آپ کی عادت بھی پوری ہو جائے گی اور میرے ناخن بھی کٹ جائیں گے۔" ساری کلاس ہنس ہنس کر دوہری ہو گئی اور عبداللہ بے چارا حق بق۔۔۔ ہماری ورد کے کیا کہنے۔۔۔"

☆

اور پندرہ دن کے لیے عمر مبارک کی طرف سے خاموشی چھا گئی۔ شاید اس پر عمر خان کے سمجھانے کا اثر ہوا تھا۔ فائزہ اور عرفہ نے آپس میں ڈسکس کیا تھا۔ بہرحال جو بھی تھا عرفہ نے سکھ کا سانس لیا تھا۔ مگر عمر مبارک ان لوگوں میں سے تھا جو سکھ کا سانس لیتے ہیں نا لینے دیتے ہیں۔

محض پندرہ دن کے وقفے سے اس نے پھر وہی سلسلہ شروع کر دیا تھا اور پہلے سے زور و شور کے ساتھ، بلکہ وہ تو اس کی حرکتوں کا جتنا نوٹس لے رہی تھی اتنا ہی وہ سر چڑھ رہا تھا۔

لائبریری میں کتابوں کی ورق گردانی اور ٹریننگ کے لیے ماڈل لیسن کا انتخاب کرتے وہ ایک دوسرے کو رائے سے بھی نواز رہی تھیں اور یوں تھوڑی بہت گپ شپ بھی جاری تھی۔

"مختلف مواقع کے لیے لباس کا انتخاب۔" میں نے ٹاپک سلیکٹ کر لیا ہے۔" عرفہ نے فائزہ کو آگاہ کرتے ہوئے بتایا تھا۔

"ارے واہ یہ تو بڑا زبردست ٹاپک تم نے سلیکٹ کیا ہے۔ ویسے بھی یہ چند دنوں میں تمہارے بہت کام آنے والا ہے۔" فائزہ نے عرفہ کو داد دی تھی۔

"کیوں؟ بھلا یہ ٹاپک اس کے کیوں کام آنے والا ہے؟" ان کے ساتھ بیٹھی ہوئی رانیہ پوچھنے لگی تھی۔

"اسی سمسٹر کے اینڈ پر پیرا ڈیس سدھار رہی ہیں۔"

"واؤ کون ہیں موصوف؟ جو ہماری بنو کو لینے آ رہے ہیں؟"

"کیپٹن سفیر۔۔۔ میرے کزن ہیں۔" عرفہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

"اوہ ماشاء اللہ اپنے ہی شہر رخصت ہو کر جاؤ گی نا۔۔۔"

"ایکچوئلی ان کی فیملی تو پھالیہ میں ہی سیٹل ہے مگر مجھے تو ان کے ساتھ لور لور پھرنا ہو گا جاب جو آرمی کی ہے۔" اور ریک کے دوسری طرف کتاب کے ورق الٹتا عمر مبارک ٹھٹک کر ان کی گفتگو سن رہا تھا۔ اور اس روز اس نے عرفہ کا نمبر وقفے وقفے سے ڈائل کیا تھا۔

"مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔۔۔ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔" عرفہ نے اس کا نمبر پڑھ کر ڈیلیٹ کیا تھا وہ کیوں ملنا چاہتا تھا اور اسے کیا بات کرنی تھی عرفہ کو اس سے کوئی مطلب تھا نہ دلچسپی۔

کالج کے گیٹ پر پہنچ کر اس نے ہارن دیا تو چوکیدار نے گیٹ وا کر دیا اور اس سے قبل کہ وہ گاڑی آگے بڑھتی تب ہی ایک اور گاڑی گیٹ سے قدرے فاصلے پر رکی تو زین العابدین کی آنکھوں میں حیرت اور الجھن تیر گئی۔ کیونکہ گاڑی کی فرنٹ سیٹ سے عرفہ اتر رہی تھی۔ کندھے پر شولڈر بیگ اور ہاتھوں میں بڑا سا شاپر تھامے "یقیناً" وہ ویک اینڈ گزار کر ہاسٹل واپس آئی تھی

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com/

اور فواد ہمدانی کی گاڑی سے اسے اترتے دیکھ کر زین العابدین ایک لمحے کے لیے گاڑی آگے بڑھانا بھول گیا تھا۔ اس وقت گیٹ پر خاصا رش تھا لہٰذا فواد کی نظر اس پر نہیں پڑی تھی اور وہ گاڑی ٹرن کرتے ہوئے وہاں سے جاچکا تھا' تبھی پیچھے سے ہارن کی آواز پر وہ چونکا اور تیزی سے گاڑی کھلے گیٹ کے اندر لے آیا تھا۔

"عرفہ کون تھی؟ فواد ہمدانی سے اس کا کیا رشتہ تھا۔ کیا وہ ابوذر ریاض کے خاندان سے بی لانگ کرتی ہے۔" اس کا ذہن مسلسل ایک سوچ میں الجھا ہوا تھا۔ اور اس سوچ کے تحت چند آفیشل میٹرز نمٹانے کے بعد اس نے عرفہ کا بائیو ڈیٹا نکلوایا تھا۔

"اومائی گاڈ..." اس نے سر تھام کر خود سے کہا تھا۔ یہ لڑکی ابوذر ریاض کی بہن ہے اس کا فادر نیم ایڈریس اور ڈاکومنٹس اس کے سامنے کھلے پڑے تھے۔

☼ ☼ ☼

"جو کچھ میں نے بتایا ہے اچھی طرح سمجھ لیا ہے نا اور اب مکمل اعتماد سے جانا زیادہ کنفیوژ ہونے کی ضرورت نہیں' یہ کوئی روٹین سے ہٹ کر بات تو ہے نہیں۔" ٹریننگ ورکشاپ کی بریک میں کوئی چپس کتر رہا تھا کوئی سموسے اڑا رہا تھا تو کہیں کہیں گروپنگ کی شکل میں ایک دوسرے سے لیسن چینج کر کے ڈسکس کر رہے تھے۔ کیونکہ روزانہ نیا ماڈل بنانا اسٹوڈنٹس کے لیے ممکن نہیں ہوتا لہٰذا ورکشاپ آرگنائزر کی طرف سے ماڈل چینج کرنے کی اجازت تھی۔

"ایکسکیوزمی۔" کچھ گھبرایا ہوا جمی چور کی داڑھی میں تنکا لیے عرفہ کے پاس کھڑا تھا۔

"جی..." رانیہ سے لیسن ڈسکس کرتی عرفہ نے سر اٹھایا تھا۔

"وہ مجھے آپ کا ماڈل مل سکتا ہے۔"

"وائے ناٹ... لیکن میرا ماڈل تو' دن کے مختلف اوقات میں کھانے کا انتخاب ہے یہ تو ہوم اکنامکس کا ٹاپک ہے اور بوائز کی تو ہوم اکنامکس ہوتی ہی نہیں ہے۔ آرگنائزر اوبجیکشن کریں گے۔"

"خیر ہے جی دے دیں۔ اوبجیکشن کی دیکھی جائے گی۔" عرفہ نے ماڈل اور چارٹ اس کے حوالے کیا تھا۔ تو جمی نے کنکھیوں سے دور کھڑے عمر مبارک کی طرف دیکھا تھا۔ جس نے ویل ڈن کا اشارہ دیا تھا۔

"آپ مجھے پریزنٹیشن سمجھادیں گی۔"

"ہاں سمپل سی ہے بس یوں کہہ دیں کہ غذا انسانی جسم کی اہم ضرورت ہے اور انسان اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے دن کے مختلف اوقات میں کھانے کا انتخاب کرتا ہے۔ کھانے کا انتخاب، کن چیزوں کو مد نظر رکھ کر کرنا ہے یہ آج کے سبق میں..." جمی ذرا سا جھک کر سیدھا ہوا اور یہ منظر عمر مبارک کے موبائل میں سیو ہوا تھا۔

☼ ☼ ☼

"سرطلحہ کی انگیجمنٹ ہوئی ہے۔" وہ سب گول دائرہ بنائے فضا اور رشنا کے مشترکہ بیڈ پر بیٹھی تھیں۔

"اچھا تمہیں کیسے پتا چلا؟" نمرہ کے انکشاف پر فضا نے دلچسپی سے پوچھا تھا۔ "ہمارے ان کے ساتھ تھیملی ٹرمز ہیں۔"

"چپ ہو جاؤ... چپ ہو جاؤ آپ سب لوگ پرسوں پیپر ہے اور گپیں یوں لگا رہے ہو۔ جیسے چھانگا مانگا میں پکنک منانے آئے ہو۔" عرفہ نے چیخ کر ان سب کو خاموش کروایا تھا۔

"تو کیا پیپر کو سر پر بٹھالیں 'نوٹ لکھ کر ہونٹوں پر چپکالیں کہ پرسوں پیپر ہے۔" فضا نے منہ بنا کر ٹوکا تھا۔

"آپ لوگوں کو ذرا بھی کوئی ٹینشن نہیں اور میری جان نکلی جا رہی ہے یہ ٹارٹ Tort تو میری جان کا وبال بن گیا ہے۔"

"یہ کونسچن کا کنسیپٹ کلیئر کرو۔ کنسیپٹ کلیئر ہو تو کچھ مشکل نہیں لگے گا۔" عظمیٰ نے مشورہ دیا تھا۔

"میرا خیال ہے تم صرف سلیبس کے کونسچن ریوائز کرو پیپر تو نکل ہی جائے گا۔" اسے نمرہ کا مشورہ قابل عمل لگا تھا۔

"تمہارے پاس سلیبس کے کونسچن ہیں؟"

"نہیں۔"

سرزین کو کال کرو وہ میسج کردیں گے۔"

"ہوں" اس نے پرسوچ انداز میں موبائل اٹھایا تھا۔ پیپرز کے دنوں میں نوٹس کی ضرورت ہو یا اسٹوڈنٹ کو کوئی پرابلم' ایک ٹیچر کی ڈیوٹی ہوتی اور آج کل سارے اسٹوڈنٹس کو سرزین سے رجوع کرنے کی ہدایت تھی جو خود بھی بوائز ہاسٹل میں مقیم تھے جہاں آج کل طلباء کی زور و شور سے کلاسز بھی ہوتیں۔

دوسری طرف بیل جاتی رہی مگر کسی نے کال ریسیو نہ کی۔

"آئی ایم عرفہ... سر آئی نیڈ یو رہیلپ پلیز اٹینڈ مائی کال۔" میسج ٹائپ کرتے ہوئے اسے یقین تھا کہ سر اسے خود ہی کال کرلیں گے۔

کافی دیر تک جب سر کی جانب سے کوئی ریپلائی نہ ہوا تو اس نے دوبارہ کال کی تھی۔

"ہیلو..." دوسری تیسری بار بیل جانے پر انہوں نے کال ریسیو کی تھی۔

"سر میں عرفہ بات کر رہی ہوں۔"

"جی!" دوسری طرف خاصے روکھے انداز پر وہ ٹھٹکی تھی۔

"سر یہ ٹارٹ کا پیپر ہے مجھے تو بہت مشکل لگ رہا ہے اور میری تیاری بھی اچھی نہیں ہے۔" اس نے اپنی مشکل بیان کی۔

"اب میں آپ کو تسلی تو دینے سے رہا کہ میں یونیورسٹی کا V.C لگا ہوں آپ کا پیپر کلیئر کروا دوں گا۔" سر کے درشت انداز پر وہ یک دم خاموش ہو کر رہ گئی۔

"اب آپ بولیں گی یا میں فون بند کردوں؟"

"نہیں سر وہ مجھے سلیبس کے کونسچن چاہئیں تاکہ میں تھوڑی سلیکٹو اسٹڈی کرسکوں۔" اس نے کہا تو جلدی سے تھا مگر اس سے زیادہ جلدی سے کال کاٹ دی گئی تھی۔

اور وہ حیرت سے موبائل ہاتھ میں لیے سوچ رہی تھی کہ سرزین کو کیا ہوا بھلا میرے ساتھ اس انداز میں کیوں بات کر رہے تھے۔

اور اس کی حیرت بجا تھی لیٹ ایڈمیشن لینے پے اگر وہ ایگزام دے رہی تھی تو سب سے زیادہ حوصلہ افزائی کرنے والے سرزین ہی تھے اور سب سے زیادہ کورس کو سمجھنے میں ہیلپ بھی انہوں نے کی تھی۔ کافی دیر تک کتاب کی ورق گردانی کرنے کے بعد کوئی سلیبس کونسچن کا میسج نہ آیا تھا۔ حالانکہ سلیبس کے کونسچن ہر ٹیچر کے موبائل میں موجود ہوتے جو کسی بھی اسٹوڈنٹ کے ڈیمانڈ کرنے پر فوراً سینڈ کر دیے جاتے۔

☼ ☼ ☼

"صرف ایک بار وہ مجھ سے باہر ملنے آئے میں وعدہ کرتا ہوں اس کا نمبر اپنی فون بک سے ڈیلیٹ کردوں گا اگر وہ مجھے کبھی نظر بھی آئی تو راستہ بدل لوں گا۔"

"آخر تم کون سی زبان سمجھتے ہو عمر وہ تمہاری کال سننے کی روادار نہیں ہے اور تم باہر ملنے کی بات کر رہے ہو۔" فائزہ نے کوفت سے کہا تھا۔

"تم اس کی دوست ہو تم اسے سمجھاؤ گی تو وہ سمجھ جائے گی۔"

"کیا سمجھ جائے گی اور ایسی گھٹیا اور بے تکی بات کیوں سمجھاؤں گی۔ البتہ اب تمہارے سمجھنے کی باری ہے۔ تم اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو وہ ہیڈ آف ڈپارٹمنٹ کو کمپلین کردے گی۔"

"ہیڈ آف ڈپارٹمنٹ کی ایسی کی تیسی۔ زیادہ سے زیادہ ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ مجھے ایکسپل کردے گی اور مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔ میرا کسی اور سبجیکٹ میں ایڈمیشن نہیں ہوا لہٰذا یونیورسٹی میں وقت گزارنے کے لیے میں نے اس میں ایڈمیشن لے لیا۔ ورنہ کسی ڈگری کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تمہاری انسلٹ تو ہو گی کہ..."

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com

"میری کیا انسلٹ ہو گی... انسلٹ تو اس کی ایسی کروں گا کہ وہ یاد رکھے گی اور..."

"ایک منٹ مجھے دینا۔" اسپیکر آن ہونے کے باعث یہ ساری گفتگو سنتی عرفہ نے طیش سے موبائل اس سے جھپٹا تھا۔

"تم جیسے کتنے کتے ہوں گے جو لڑکیوں کے پیچھے بھوں بھوں کرتے لگ جاتے ہیں اور مجھ جیسی ہزاروں لڑکیاں ایسی بھونک پر توجہ دیے بغیر یونیورسٹی سے ڈگریاں لے کر گھر لوٹ جاتی ہیں۔ جبکہ ایسے کتے ان کا کچھ نہیں بگاڑ پاتے۔"

"میں کتا ہوں یا انسان اس بات کا فرق تو تمہیں تب پتا چلے گا۔ جب میں تمہارا نمبر اور پکس فیس بک پر لگاؤں گا اور تمہیں مجھ جیسے ہزاروں کتوں کی کالز موصول ہوں گی۔" وہ انتہائی واہیات انداز میں قہقہہ لگا کر ہنس رہا تھا۔

"پکس تم اپنی بہن کی لگا دینا۔" اس نے دانت پیس کر کہا تھا۔

"بہن تو میری کوئی ہے نہیں۔ البتہ تمہاری جو پکس میں نیٹ پر لگاؤں گا وہ تم خود بھی دیکھ کر حیران رہ جاؤ گی اور تمہارا ایکپٹین بھی..."

☼ ☼ ☼

"کیا بات ہے عرفہ؟" اس کا چہرہ صدمے سے یا پھر طیش سے زرد ہو رہا تھا سب سے پہلے سامنے والے روم کی نمرہ نوٹس لینے آئی تو اسے تکیہ گود میں رکھے گم سم بیٹھے دیکھ کر نوٹس کیا تھا۔

"تم کچھ پریشان لگ رہی ہو؟" جواباً وہ خاموش رہی۔

"فضا، شبنم اس کی طرف دیکھو اسے کیا ہوا ہے؟"

"ہیں... واقعی... تمہارا چہرہ کوئی کہانی سنا رہا ہے۔"

"کوئی کہانی نہیں؟" اس نے سپاٹ سے انداز میں جواب دیا تھا۔

"پیپر کی ٹینشن ہے..."

"نہ لو ٹینشن ریلیکس ہو کر تیاری کرو' ان شاء اللہ پیپر اچھا ہو جائے گا۔" نمرہ اسے پرسکون رہنے کا مشورہ دیتی باہر چلی گئی۔

نمرہ کے جانے کے بعد اس نے سر کا نمبر ڈائل کیا۔

"سر میں نے آپ سے گیس کونسچن کی ڈیمانڈ کی تھی۔"

"اب آپ کو رول نمبر سلپ ایشو ہو چکی ہے اور ہماری کوئی ایسی رسپانسبلٹی نہیں ہے۔"

"تو کس کی رسپانسبلٹی ہے؟" وہ ازحد درجہ طیش دبا کر پوچھ رہی تھی۔

"آئی ڈونٹ نو اینڈ پلیز ڈونٹ کال می اگین..."

"میں لعنت بھیجتی ہوں آپ کو کال کرنے پر۔ آپ کے گیس کونسچن پر اور آپ کے کالج پر۔"

"عرفہ ذرا میرے ساتھ کچن میں آؤ چائے بنانی ہے۔" وہ واپس کمرے میں آئی تو شبنم اس کے سر پر سوار تھی۔

"نہیں میرا دل نہیں چاہ رہا۔" اس نے قطعیت سے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"چلو میرے ساتھ نہیں آنا نہ سہی یہ بتاؤ تمہیں ہوا کیا ہے؟"

"ذرا اپنا موبائل تو دو شبنم... مجھے سر سے بات کرنی ہے۔" سر اس کے نمبر سے کال اٹینڈ نہ کرتے سو اس نے شبنم سے موبائل مانگا تھا۔

"سر زین سے؟" شبنم نے موبائل اٹھاتے ہوئے سوالیہ انداز میں پوچھا تھا۔

"ہوں۔" اور اس نے موبائل عرفہ کو دینے کے بجائے خود ہی سر کا نمبر ملا ڈالا تھا۔ مگر نمبر بزی جا رہا تھا۔ سو اس نے عرفہ کو بتا کر موبائل رکھ دیا تھا۔

"عرفہ اسمگلنگ کا کونسچن تمہاری بک میں ہے۔ میری بک میں تو پرنٹنگ کی غلطی کی وجہ سے میلیشن پرایکیوشن دوبار آ گیا ہے مگر سمگلنگ کا کونسچن ہے نہیں۔"

"ہم سا ہو تو سامنے آئے۔" موبائل گنگنایا تو شبنم نے یس کا بٹن پش کر کے کان سے لگایا تھا۔

"السلام علیکم سر میں پارٹ ون کی اسٹوڈنٹ شبنم بات کر رہی ہوں یہ عرفہ نے آپ سے بات کرنی ہے لو عرفہ بات کرو۔" شبنم نے جلدی جلدی بات کرتے ہوئے موبائل عرفہ کی طرف بڑھایا تھا۔

"ایکسکیوز می شبنم... بات سنیں میری۔ مجھے عرفہ سے کوئی بات نہیں کرنی۔" عرفہ نے موبائل کان سے لگایا تو دوسری طرف سے آواز سنائی دی اور فوراً" لائن کٹ گئی تھی اور ہاسٹل کے گراؤنڈ میں ڈیڑھ گھنٹہ چکر لگانے کے بعد عرفہ نے کالج پرنسپل کا نمبر ڈائل کیا تھا۔

"سر مجھے آپ کے کالج سے پیپرز نہیں دینے۔ پلیز آپ لوگ میری فیس ری ٹرن کر دیں۔"

☼ ☼ ☼

"عرفہ تمہارے ذہن میں کبھی خیال نہیں آتا کہ تم ایک بار اس سے مل لو۔" فائزہ نے کچھ جھجکتے ہوئے سوال کیا تھا۔

"کبھی نہیں کبھی بھی نہیں' میرا اس سے ایسا کونسا رشتہ ہے کہ وہ مجھے پریشرائز کرے اور میں اس سے ملنے چل دوں۔" اس نے سختی سے نفی کی تھی۔

"رائٹ۔" فائزہ نے تائید میں سر ہلایا تھا۔

"مجھے لگتا ہے اس نے کسی سے شرط لگا رکھی ہے۔" فائزہ نے خیال ظاہر کیا تھا۔

"جو بھی ہو۔" عرفہ نے استہزائیہ انداز میں ناک سے مکھی اڑائی تھی۔ "یہ تو کبھی ممکن نہیں چاہے وہ کچھ بھی کر لے۔ یہ بھی کوئی طریقہ ہے کہ کسی لڑکی کو فون کر کے دھمکیاں دینا شروع کر دو۔"

اگرچہ عرفہ اس کی بکواس کو سنجیدگی سے لے رہی تھی اور اب تک وہ صرف سنجیدگی سے ہی لیتی آئی تھی۔ مگر تب اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں جب عمر مبارک نے اسے اس کی ایک تصویر سینڈ کی۔ اس کی پریشانی کا عالم ہی اور تھا اور ازحد درجہ پریشانی کے باوجود اس نے اگلے کئی روز تک عمر کی کالز کو اٹینڈ نہ کر کے اسے مسلسل اگنور کرنے کی پالیسی روا رکھی تو اس کے دھمکی آمیز میسجز میں شدت آنا شروع ہو گئی تھی۔

"آئی تھنگ مجھے گھر والوں کو اس صورت حال سے آگاہ کر دینا چاہیے بعض اوقات چھوٹی چھوٹی باتیں بہت سنجیدہ صورت حال اختیار کر لیتی ہیں اور گھر والوں کو تب پتا چلتا ہے جب پانی سر سے اونچا ہو جاتا ہے۔"

"بالکل صحیح' میں بھی یہی سوچ رہی تھی۔" فائزہ نے تائید کی تھی۔ سو عرفہ نے نہ صرف سفیر بلکہ بھیا کو بھی صورت حال سے باخبر کرنے میں دیر نہیں کی تھی۔

"بچے آپ نے گھر والوں کو کیوں زحمت دی۔ اگر ایسا کوئی ایشو تھا تو آپ خود ہی مجھے بتا دیتیں اگر ہم اسٹوڈنٹس کے پرابلمز سولو نہ کریں تو ہمارا یہاں بیٹھنا تو بے کار ہو اتا۔" ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ میڈم صغریٰ نے نہایت توجہ سے بات سن کر عرفہ اور عمر مبارک کو بھی بلوا بھیجا تھا۔

اور عمر مبارک پہلے تو عرفہ کو ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ آفس میں دو مردوں کے ساتھ بیٹھا دیکھ کر حیران ہوا اور پھر خود کو انتہائی لاپروا ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی۔

"زیرو' زیرو' ناین' ایٹ' فائیو... آپ کا نمبر ہے عمر مبارک۔"

"یس میم" اس نے ان سے آنکھیں ملائے بغیر جواب دیا تھا۔

"اور اس نمبر سے اپنی کلاس فیلو عرفہ ریاض کو بہت سارے میسجز بھی آپ نے کیے ہیں' کلاس فیلوز بہنوں کی طرح ہوتی ہیں۔" میڈم صغریٰ نے عرفہ کا موبائل اٹھا کر ان باکس کھولتے ہوئے پتا نہیں نصیحت کی تھی یا سوال۔

"میں تمہیں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑوں گا۔" انہوں نے خود کلامی کے انداز میں میسج پڑھا تھا۔

"میں تمہیں رسوا کر دوں گا۔"

"ویری گڈ۔" استہزائیہ انداز میں انہوں نے تبصرہ

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com/

کیا تھا۔

"میں تم پر تیزاب پھینکوا دوں گا۔"

"آپ اپنی کوئی صفائی دینا چاہیں گے عمر مبارک۔" میڈم صغریٰ نے موبائل ٹیبل پر واپس رکھتے ہوئے اپنی چیئر کا رخ اس کی طرف کیا تھا۔

"نو میم۔" اس نے ڈھٹائی سے جواب دیا تھا۔

"اوکے۔۔۔

Umar you are expel from this department

اور اگر آئندہ آپ نے اس اسٹوڈنٹس سے کنٹیکٹ کرنے کی کوشش کی یا آپ اس ڈیپارٹمنٹ کے اردگرد بھی نظر آئے تو میں پولیس کال کرنے میں دیر نہیں کروں گی۔" عمر مبارک سرخ چہرے کے ساتھ آفس سے نکلا تھا۔

☼ ☼ ☼

"عرفہ ہمارا پرائیویٹ کالج ہے ہم اسٹوڈنٹس کو ایکسٹرا آرڈنری فیور دیتے ہیں مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسٹوڈنٹس ہمارے سر پر چڑھ کر ناچیں۔"

"سر آپ لوگوں نے اچھا کاروبار کھولا ہے پہلے لوگوں کو قائل کرتے ہیں اور جب فیس بٹور لیتے ہیں تو اس کے بعد آپ کے اسٹاف کے مس بی ہیوئر کی کوئی لمٹ ہی نہیں ہوتی۔"

"اور تو کسی اسٹوڈنٹ کی کمپلین نہیں آئی۔۔۔"

"مجھے اس سے مطلب نہیں ہے کہ کسی اور کی کمپلین ہے یا نہیں۔" زین العابدین آفس میں داخل ہوا تو پرنسپل عاصم رضا کو فون پر محو گفتگو پایا تھا۔

"اوکے آپ آفس آجائیں میں تفصیل سے میں آپ سے بات کرتا ہوں۔"

"بیٹھو زین۔۔۔ یہ لیٹ کمر اسٹوڈنٹ عرفہ کا کیا جھگڑا ہوا ہے تمہارے ساتھ، مجھے اس کی بات پر یقین تو نہیں آرہا مگر۔۔۔"

"کر لو اس کی بات پر یقین۔۔۔" وہ یک دم بھڑک کر اٹھ کھڑا ہوا تھا "اس نے جو کہا وہ سب سچ ہے۔" وہ دانت پیس کر کہہ رہا تھا۔

"کیا مطلب ہے زین؟ تم نے اس کے ساتھ ایسا مس بی ہیو کیوں کیا ہے؟" عاصم اٹھ کر اس کے پاس آن کھڑا ہوا تھا۔

"یہ تو کچھ بھی نہیں ہے میرا دل چاہتا ہے میں اس خاندان کے ایک ایک فرد کو زندہ زمین میں گاڑ دوں اور۔۔۔"

"کس خاندان کی بات کر رہے ہو زین؟ عرفہ کا تعلق کس خاندان سے ہے؟" عاصم نے اس کی بات کاٹ کر الجھن زدہ انداز میں پوچھا تھا۔

"یہ لڑکی۔۔۔ یو نو عاصم یہ لڑکی ابوذر ریاض کی بہن ہے۔ اسے میں نے فواد صدیقی کی گاڑی سے اترتے دیکھا تھا اور اس کے ڈاکومنٹس چیک کیے تو مجھے سمجھ آئی کہ یہ۔۔۔"

"واٹ۔۔۔؟" عاصم کو جیسے جھٹکا لگا تھا۔

"کیا عرفہ کو پتا ہے کہ تم۔۔۔؟"

"پتا نہیں۔۔۔"

"اگر یہ لڑکی ابوذر ریاض کی بہن ہے تب بھی وہ یہ بی ہیوئر ڈیزرو نہیں کرتی۔۔۔" شاک سے نکل کر چیئر سنبھالتے ہوئے عاصم نے کہا تھا۔

"کیوں ڈیزرو نہیں کرتی۔ میرا خون کھول اٹھتا ہے اسے دیکھ کر۔۔۔"

"زین۔۔۔ یہ لڑکی مجرم نہیں ہے مگر اس کے باوجود اس کے ساتھ جو کچھ ہوا اور جو ہو رہا ہے وہ کم نہیں ہے تم اس پوائنٹ پر بھی سوچو۔"

"مے آئی کم ان سر۔۔۔" تبھی عرفہ نے دروازے سے اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کی تھی۔

"آئیں عرفہ بیٹھیں پلیز۔۔۔ زین آؤ تم بھی بیٹھو۔" عرفہ بیٹھ چکی تھی مگر زین العابدین اپنی جگہ پر رخ موڑے کھڑا رہا۔

"یہ آپ دونوں کا فیملی ایشو ہے اور اسے آپ دونوں ہی سلجھا لیں تو اچھا ہو گا۔"

"کیا فیملی ایشو سر!" عرفہ نے الجھ کر پوچھا تھا۔

"عرفہ کیا آپ نہیں جانتیں کہ یہ زین العابدین ہیں

عمر مبارک کے بڑے بھائی۔" عاصم نے بغور اسے دیکھتے ہوئے انکشاف کیا تو عرفہ کی آنکھیں حیرت کی شدت سے پھیل گئیں اسے لگا کالج کی عمارت دھڑام سے اس کے اوپر آن گری ہے۔

زین العابدین اس کی طرف دیکھے بغیر تیزی سے آفس سے نکلتا چلا گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"آج لاسٹ پیپر تھا۔ بھیا ان شاء اللہ کل میں گھر آؤں گی۔" فائزہ کو اس نے کینٹین بھیجا تھا کہ کچھ کھانے کو لے آئے تبھی بھیا کی کال آنے پر وہیں سیڑھیوں پر بیٹھ کر بات کرنے لگی تھی۔

"جی، فاطمہ آنٹی کا ڈرائیور اڈے تک چھوڑ آئے گا۔" وہ ایم اے ایجوکیشن کے تینوں سمسٹرز فاطمہ آنٹی کے گھر آتی جاتی رہی تھیں۔ اس شہر میں قیام پذیر ہونے کے باعث اس کی خبر گیری کی ذمہ داری بھی انہوں نے ہی نبھائی تھی۔

"میں آٹھ بجے تک نکلوں گی ساڑھے دس بجے تک پہنچ جاؤں گی۔"

"جی جی میں نکلتے ہی آپ کو کال کر دوں گی۔ اوکے اللہ حافظ۔" وہ جونہی فون بند کر کے پیچھے مڑی جمی تیزی سے ستون کی آڑ میں ہوا اور پھر کاریڈور کے آخری سرے پر جا کر نمبر ڈائل کرنے لگا تھا۔ وہ بہت دنوں سے عمر کے کہنے پر عرفہ کا تعاقب کر رہا تھا۔

"ہاں جی بولو۔" دوسری طرف عمر نے بے زاری سے کہا تھا۔

"زبردست نیوز وہ کل گھر جا رہی ہے۔" جمی نے پرجوش انداز میں اطلاع دی تھی۔

"کب۔۔۔ کس کے ساتھ۔" دوسری طرف عمر بھی الرٹ ہوا تھا۔ یہ بھی دونوں فریقین کی بدقسمتی تھی کہ یہی عمر مبارک کے والد کی کوچ کمپنی تھی اور آج عرفہ کو ان کی کوچ میں سفر کرنا تھا۔ ایک بڑی کوچ کمپنی کے مالک کا بیٹا ہونے کی حیثیت سے زیادہ تر ڈرائیور اور کنڈیکٹر اسے جانتے تھے اور ایسے میں اپنی پلاننگ پر عمل درآمد کرنا عمر کے لیے کوئی مشکل نہ تھا۔ کوچ شہر میں داخل ہوئی تو اس کی رفتار قدرے کم ہو گئی تھی اور خاص طور پر اسٹینڈ کی طرف بڑھتے ہوئے رینگ رہی تھی۔

"اگر کسی نے اترنا ہے تو یہی اتر جائیں۔" ڈرائیور نے ایک منٹ کے لیے بریک لگا کر پیچھے مڑ کر کہا تھا۔

"اف اوہ بھیا تو یقیناً" اسٹینڈ پر ہی ویٹ کر رہے ہوں گے۔" عرفہ کوفت سے سوچتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"آپ ایک منٹ بیٹھیں باجی۔۔۔ آپ کا بیگ اوپر ہے اسٹینڈ پر پہنچ کر میں اتار دیتا ہوں۔" کنڈیکٹر نے اسے اٹھتے دیکھ کر کہا تو وہ دوبارہ سے سیٹ پر بیٹھ گئی اور کھڑکی سے باہر شہر کی بے ہنگم ٹریفک کو دیکھنے لگی تھی۔ یہ ابوذر ریاض کی عادت تھی کہ جب بھی عرفہ گھر آنے کے لیے کسی کوچ پر بیٹھتی وہ ڈرائیور سے اس کا نمبر ضرور معلوم کرتے اور آج انہیں آنے میں کچھ دیر ہو گئی تھی۔ تبھی انہوں نے کوچ کو اسٹینڈ کی طرف جاتے دیکھا تو دھیمی رفتار سے اپنی گاڑی بھی اس کے پیچھے لگا دی، نمبر دیکھ کر انہیں اندازہ ہو چلا تھا کہ عرفہ اسی کوچ سے اترنے والی ہے۔

عرفہ چونکہ ڈرائیور کے پیچھے والی سیٹ پر ہی تھی لہٰذا اس نے مڑ کر نہ دیکھا کہ پوری کوچ خالی ہو چکی ہے اور تبھی ایک ہاتھ اس کے کندھے پر آن ٹھہرا تھا۔ اس کے لبوں سے ایک چیخ نکلی تھی۔

"تم کیا سمجھ رہی تھیں یونیورسٹی سے مجھے نکلوا کر تمہاری جان چھوٹ جائے گی میں تو دنیا کے آخری سرے تک تمہارا پیچھا کر سکتا ہوں۔" اس نے دوسرے ہاتھ میں پکڑا رومال اس کے منہ پر رکھنا چاہا تھا۔

ڈرائیور اور کنڈیکٹر جنہیں عمر نے یہ کہا تھا کہ وہ باقی لوگوں کے نیچے اترنے کے بعد اس لڑکی سے کوئی بات کرنا چاہتا ہے۔ عرفہ کے تیزی سے چیخ کر اٹھنے اور عمر کے اس کا بازو کھینچنے پر چونکے تھے۔

"کیا کرتے ہیں صاحب یہ بس ہے کوئی بند کمرہ تو نہیں۔۔۔ کتنے لوگ متوجہ ہو جائیں گے۔" ڈرائیور

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com/

نے بریک لگا کر اسے کہا اور کنڈیکٹر بھی قریب آ کر سمجھانے لگا تو عرفہ کو موقع ملا وہ تیزی سے بھاگ کر کوچ کے دروازے پر پہنچی اور عمر کنڈیکٹر کو دھکا دے کر ہٹاتے ہوئے اس کے پیچھے آیا اور اسے روکنے کی کوشش میں عرفہ کی چادر کا پلو اس کے ہاتھ میں آ گیا تھا عرفہ دروازے سے اترتے جھٹکا کھا کر نیچے گری تھی اس کا سر ننگا ہو چلا تھا یہ منظر گاڑی میں پیچھے آتے ابوذر ریاض نے دیکھا تھا اور عرفہ کے پیچھے اس کی چادر کھینچنے والے عمر مبارک کو بھی۔۔۔

☆ ☆ ☆

"تمام حالات و واقعات گواہوں کے بیانات، پوسٹ مارٹم رپورٹ اور پولیس انکوائری کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ عدالت اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ ملزم ابوذر ریاض نے بوجہ ذاتی عناد مقتول عمر مبارک کو بے رحمی سے قتل کیا ہے۔ لہٰذا انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے یہ عدالت سابقہ عدالت کے فیصلے کو بحال رکھتے ہوئے ملزم ابوذر ریاض کو سزائے موت کا حکم دیتی ہے۔" کمرہ عدالت کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور عمر مبارک قتل کیس کے فیصلے کی ہائی کورٹ نے چھ دن پہلے تاریخ دی تھی اور بالآخر اس تاریخ پر ایک خاندان کی امیدوں کا چراغ لرز کر رہ گیا تھا وہ شعلہ امید بھی بجھ چکا تھا جس کے تحت ان کے دل کو آسرا ملتا تھا کہ شاید یہ عدالت پھانسی کے حکم کو عمر قید میں تبدیل کر دے جہاں بار کے وکلا کی بڑی تعداد موجود تھی وہیں دونوں پارٹیوں کی طرف سے بہت سے لوگ احاطہ عدالت میں موجود تھے اور عرفہ ریاض بھی جس کی قسمت میں تقدیر نے یہ دن بھی لکھ ڈالے تھے کہ 'زندگی گویا بدل کر رہ گئی تھی۔

کیپٹن سفیر کی شادی ہو چکی تھی پھوپھو نے اس قصے کو وجہ بنا کر رشتہ ہی توڑ ڈالا تھا۔ اگر بھابھی کے میکے کا سہارا نہ ہوتا تو۔۔۔ ان کے بھائی فواد صدیقی نے ہی زیادہ تر کیس کی پیروی میں دن رات ایک کیے تھے مگر کیس اتنا مضبوط تھا کہ امید کی کوئی صورت نظر نہ آتی۔

"یس فواد صاحب۔۔۔" لائر نے ٹرے میں سے کولڈ ڈرنک اٹھا کر ان کی طرف بڑھائی تھی۔

"لو بیٹا آپ بھی۔۔۔" اس نے عرفہ کو لینے کا اشارہ کیا مگر وہ یونہی سر جھکائے بیٹھی رہی حقیقتاً" اس کا دل چاہ رہا تھا دھاڑیں مار مار کر رو دے۔

"فواد صاحب۔۔۔ میں نے بہت کوشش کی لیکن یقین کریں آپ کسی بھی وکیل کے پاس جائیں وہ آپ کو یہ ہی کہے گا کہ اس کیس میں امید کی کوئی صورت نہیں ہے سوائے اس کے کہ مقتول کے ورثا صلح پر آمادہ ہو جائیں۔"

"وکیل صاحب ہم اس سلسلے میں ہر ممکن کوشش کر چکے ہیں۔ پھر بھی وہ کسی صورت صلح پر تیار نہیں ہوتے۔ پھر عمر مبارک کے باپ کے پاس پیسے کی کمی نہیں ہے وہ کیوں صلح کرے گا۔"

"آپ لوگ انہیں اس وقت کی سچویشن سے آگاہ کریں ہو سکتا ہے کہ ان کے دل میں انسانیت آ جائے۔۔۔"

"وہ لوگ بات سننے پر آمادہ ہوں تب نا۔۔۔" فواد صدیقی نے مایوسی سے کہا تھا۔

"کوئی اپروچ استعمال کرو۔۔۔ کوئی پنچایت کا راستہ ڈھونڈو۔"

☆ ☆ ☆

بھابھی کی والدہ عصمت آنٹی اور فواد بھائی کو سلام کر کے وہ چائے بنانے کے لیے کچن میں چلی آئی تھی۔ اور جب چائے کی ٹرے لا کر اس نے ٹیبل پر رکھی تو تینوں نفوس بالکل خاموش تھے یا عرفہ کو یوں لگا جیسے وہ اسے دیکھ کر خاموش ہوئے تھے لہٰذا وہ واپس کچن میں چلی آئی اور بے دلی سے بچی ہوئی چائے کپ میں ڈال کر پینے لگی تھوڑی دیر میں ان دونوں کی واپسی ہوئی تو بھابھی کچن میں آ کر برتن دھونے لگی تھیں۔ "بھابھی فواد بھائی نے بتایا نہیں ثالثی صاحب نے کیا بات کی ہے۔ وکیل صاحب کے ایک جاننے والے کرنل ثالثی کے ذریعے فواد بھائی نے پنچایت کا سہارا لے کر ورثا

سے ایک بار پھر بات کرنے کی کوشش کی تھی۔

"نہیں۔" بھابھی مختصر جواب دے کر اپنے کام میں لگی رہیں۔

"اچھا میں سمجھی فواد بھائی کوئی ضروری بات کرنے آئے تھے۔" جواباً" پھر خاموشی چھائی رہی۔

"ہیں بھابی؟" اس نے پھر دوہرایا تھا۔

"عرفہ۔۔۔" بھابھی نے ہاتھ میں پکڑی پلیٹ سنک میں رکھ کر اس کے چہرے پر اداس نظر ڈالی تھی۔

"وہ لوگ بہت مشکل سے خون بہا پر راضی ہوئے ہیں۔"

"کیا۔۔۔ واقعی؟" اس نے خوشی سے پوچھا تھا۔

"کتنی رقم کا مطالبہ کیا ہے؟"

"رقم نہیں۔۔۔" یک دم اپنی بات ادھوری چھوڑ کر وہ رو پڑی تھیں اور عرفہ پھٹی پھٹی نظروں سے انہیں روتے ہوئے دیکھتی چلی گئی اس کے پاس کوئی حرف تسلی نہ تھا۔ نہ اپنے لیے نہ ان کے لیے۔

☆ ☆ ☆

وہی کالج تھا اور وہی در و دیوار اور گیلریاں تھیں۔ لمبے لمبے کاریڈور میں گھومتے بوائز کے بلند بانگ قہقہوں سے دیواریں جھنجھنا جاتیں۔۔۔ اور لڑکیوں کے شوخ چنچل قہقہے کمروں میں کھنکھناتے پھرتے۔۔۔ اگر کوئی تبدیلی آئی تھی تو وہ دو افراد کے لیے تھی۔ عرفہ حتی الامکان اس کا سامنا کرنے سے کتراتی۔۔۔ اگر کوئی ایسا اتفاق ہو بھی جاتا تو راستہ بدل لیتی اسے زین العابدین کی شعلہ بار نظروں سے خوف آتا تھا۔

"عرفہ ریاض کون سی بچی ہے بھا۔۔۔ ئی۔۔۔" کاریڈور میں بخشو بابا آوازیں لگاتے پوچھ رہے تھے۔

"جی بابا میں ہوں۔" وہ لائبریری کے دروازے پر آن کھڑی ہوئی۔

"آپ کو پرنسپل صاحب نے بلایا ہے۔"

"اچھا۔" اس نے پرسوچ انداز میں کہا اور اس کے ساتھ ہی آفس کی جانب چل دی۔

"مس نویدہ کے کچھ پرابلمز چل رہے تھے تو انہوں نے آف لیا ہے ان شاء اللہ ہمیں دوبارہ جائن کریں گی۔" آفس کے دوسری طرف بیٹھے بندے سے بات کرتے ہوئے انہوں نے سر کے اشارے سے عرفہ کو اندر آنے کو کہا تھا۔

"پلیز بیٹھیں عرفہ۔"

"اچھا سر پھر مجھے اجازت۔۔۔" وہ شخص اجازت لے کر چلا گیا تو وہ عرفہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ "عرفہ میری زین سے اسٹوڈنٹ لائف سے جان پہچان ہے۔ آئی تھنک ہی از ویری نائس مین بٹ۔۔۔ آپ کے بھائی کے کیس میں اس نے اور اس کی فیملی نے جس ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا ہے اس کی توقع میں خود بھی نہیں کر سکتا تھا بہرحال آپ مایوس نہ ہوں ہر مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل ہوتا ہے۔"

"آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں لیکن اس معاملے میں ہم واقعی بہت مایوس ہیں پچھلے تین سال سے جس خواری کا سامنا ہمیں ہے اس کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔"

"مجھے اچھی طرح سے آپ کی پرابلمز کا اندازہ ہے میں چاہتا ہوں کہ، آپ زین سے اس سارے ایشو پر خود بات کریں جب اسے اندازہ ہو گا کہ، عمر کی اس سارے معاملے میں کس قدر غلطی تھی تو یقیناً" آپ کی فیملی کے لیے اس کے دل میں سوفٹ کارنر پیدا ہو گا۔"

☆ ☆ ☆

"بابا جان یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ ایک طرف ہمارے بھائی کی قاتل کو معاف کر رہے ہیں اور دوسری طرف ایک ان دیکھی لڑکی میرے سر منڈھ رہے ہیں؟" زین العابدین نے انتہائی غصے کو ضبط کرتے ہوئے کہا تھا۔ اس کے بڑے بھائی علی حسن کے بھی کم و بیش یہی تاثرات تھے۔

"دیکھو زین حاجی رب نواز اور دوسرے لوگوں کے اصرار نے مجھے ایسا سوچنے پر مجبور کر دیا ہے میں نہ تو تمہارے بھائی کے قاتل کو معاف کر رہا ہوں اور نہ ہی

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com/

کوئی ان دیکھی لڑکی تمہارے سر منڈھ رہا ہوں۔ مجھے تو ابوذر ریاض اور اس کے خاندان کو ذلیل کرنے کا ایک اور طریقہ ہاتھ لگا ہے۔"

"کیا مطلب ہے بابا جان؟ ہم لڑکی خون بہا میں اسی لیے لے رہے ہیں تاکہ عدالت میں صلح کا بیان دیں۔"

"فیصلہ تو یہی ہوا ہے لیکن ایک دفعہ زین اس لڑکی سے نکاح کرلے پھر دیکھو میں کیا کرتا ہوں۔"

"ہوں!" علی حسن نے پرسوچ انداز میں کہا تھا "بابا جان کیا آپ بھی میری طرح یہ سوچ رہے ہیں کہ اس لڑکی کو گھر لانے کے بعد زین دوسری شادی کرے اس طرح۔۔۔"

"شادی تو زین کی صرف ایک ہی ہوگی اور وہ ہم بہت دھوم دھام سے کریں گے۔" ان دونوں بھائیوں کے چہروں پر الجھن کے تاثرات تھے۔

طاہر قیوم کا بزنس کافی پھیلا ہوا تھا ان کی زوجہ سردار بانو کافی سادہ خاتون تھیں اور طاہر قیوم معروف اداروں کے پڑھے اعلا سوسائٹی کے پروردہ تھے تین بچوں کی موجودگی میں زندگی بالکل آسان تھیں اور ایک فضائی سفر کے دوران ملنے والی فضائی میزبان سوزین طاہر قیوم کی زندگی میں آگئی اور سردار بانو کی کوئی جگہ نہ رہی۔ علی حسن اور زین العابدین کانونٹ میں زیر تعلیم تھے۔ البتہ عمر مبارک کافی چھوٹا تھا۔ طاہر قیوم نے بچے اپنے پاس ہی رکھے تھے عمر مبارک پر ابتدا میں کوئی توجہ دینے والا نہ تھا طاہر قیوم نے اسے لاڈ پیار تو دیا مگر ماں کی تربیت نہ دے سکے۔ ان کے لاڈ پیار کے نتیجے میں وہ ہاسٹل کی ڈسپلنڈ لائف سے گھبرا کر روتا، نتیجے میں طاہر قیوم اسے گھر لے آئے۔

محض تین سال بعد ہی سوزین انہیں چھوڑ کر وطن واپس لوٹ گئی مگر سردار بانو کو ان کی زندگی میں واپس لوٹنے میں گیارہ سال لگے تھے۔ جو کمی ابتدائی عمر میں ماں کی عدم موجودگی کے باعث اس کی تربیت اور شخصیت میں آئی وہ ساری زندگی نمایاں رہی۔ مگر طاہر قیوم قطعاً" ماننے کو تیار نہ تھے کہ ابوذر ریاض کے ہاتھوں اس کے حادثاتی قتل میں اس کا کوئی قصور تھا۔

اب جب فواد صدیقی نے جوڑ توڑ کے بعد انہیں صلح پر آمادہ کرنے کی کوشش کی تو وہ بمشکل خون بہا پر رضامند ہوئے تھے مگر یہ بھی ان کی ایک چال تھی۔

صلح کے فیصلے کی رو سے عرفہ ریاض کا زین العابدین سے نکاح ہو گیا اور رخصتی کورٹ میں صلح کے بیانات کے بعد ہونا طے پائی تھی۔

"میرا خیال ہے حاجی صاحب آپ فون کرکے پتا کریں وہ لوگ ابھی تک پہنچے کیوں نہیں ہیں۔" فواد صدیقی نے تیسری بار حاجی رب نواز کے پاس آکر کہا تھا۔ وہ سب احاطہ عدالت میں کھڑے دوسری پارٹی کے افراد کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے اور انتظار کی گھڑیاں طویل ہونے لگیں تو ان کی بے چینی بھی سوا ہونے لگی کیونکہ، دوسرے فریق کی آمد کا نام و نشان تک نہ تھا۔ وہ پنچایتی افراد کے سرپنچ کے ساتھ عرفہ کو عدالت لے کر آئے تھے جہاں صلح کے بیانات کے بعد عرفہ کو طاہر قیوم کے خاندان کے ساتھ چلے جانا تھا۔

"میں دو تین دفعہ کوشش کر چکا ہوں طاہر صاحب کا نمبر بند ہی جا رہا ہے۔" اس نے موبائل نکال کر نمبر دوبارہ ڈائل کیے تھے۔

اور جب عدالت کا وقت ختم ہوا تو سب کے چہرے فق تھے طاہر قیوم کی طرف سے یہ چال تو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی، نہ ہی اس علاقے میں فیصلہ جرگہ کی طرح پنچایت اتنی موثر تھی کہ زبردستی کسی سے فیصلے کو منوایا جا سکتا تھا۔

"میرا خیال ہے، ہمیں گھر واپس جانے کے بجائے طاہر قیوم کے گھر جانا چاہیے یہ کئی زندگیوں کا ہی نہیں ہماری عزتوں کا بھی سوال ہے۔" واپسی کی بات کرنے پر حاجی رب نواز کے ساتھ ساتھ ایک اور سرپنچ نے بھی رائے دی تو سبھی نے اتفاق کیا تھا۔

اگر طاہر قیوم نے ابوذر ریاض کے خاندان کو ذلیل کرنے کا نیا طریقہ سوچا تھا تو یہ طریقہ یقیناً" کارگر ٹھہرا تھا۔ اگرچہ عرفہ نے یہ قربانی بھائی کی بریت کے لیے دی تھی مگر دل کے نہاں خانوں میں یہ سوال بھی اس کی قسمت پر آنسو بہا رہا تھا۔ کیا ایسی رخصتی بھی کسی کی

ہوئی ہوگی؟ یا خدا اس ذلت کے ساتھ رخصت ہونا کسی کا نصیب نہ بنانا۔۔۔ اس کے دل سے آہ نکل رہی تھی۔

دل میں اندیشے سر اٹھا رہے تھے۔

"کیا یہ قربانی اس کے بھائی کی بریت کا سبب بن سکے گی؟" اور اس سوال کا جواب اسے قیوم ہاؤس کے گیٹ پر ملا تھا جہاں یہ قافلہ تین گھنٹے رکا رہا تھا۔ مگر باوجود سب کے اصرار کے گھر کا کوئی فرد ان سے بات کرنے نہ آیا تھا صرف ملازمین تھے جو بار بار آکر بتاتے۔

"صاحب لوگ گھر پر نہیں ہیں مری گئے ہیں۔"

کیوں گئے ہیں اور کب واپس آئیں گے؟ یہ انہیں معلوم نہیں تھا۔

ابوذر ریاض کی سزا کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کر دی گئی تھی اور گزرتے ماہ و سال نے ایک اتفاق کی صورت عرفہ کو زین العابدین کے سامنے لا کھڑا کیا تھا۔ وہی زین العابدین جس سے اس کا کوئی رشتہ نہ تھا یا پھر سارے رشتے اسی کی ذات سے جڑے تھے بس یہ تھا کہ وہ کسی رشتے کو ماننے کے لیے تیار نہ تھا۔ یہ کیا کم تھا کہ اس کا سارا خاندان اپنے انتقام پر پورا اتر رہا تھا۔ مگر عاصم رضا کے مشورے نے عرفہ کو سوچنے پر مجبور کر دیا کیا پتا اس کی بات سن کر وہ کم از کم اپنے رویے کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو جائے۔ وہ ایڈمن آفس کے باہر باغیچے میں کھڑی پودوں کے پتے نوچ نوچ کر پھینک رہی تھی اس کے اضطراب کا یہ عالم تھا کہ اسے خود بھی اپنی اس حالت کا احساس تک نہ تھا کافی دیر سے وہ انتظار میں کھڑی تھی کہ آفس خالی ہو تو وہ اندر جا کر بات کرے۔

"بیٹا آپ یہاں کیوں کھڑی ہیں؟" چوکیدار کافی دیر سے اسے یہاں کھڑا دیکھ رہا تھا سو اس کے پاس آکر پوچھ رہا تھا۔

"کچھ نہیں بابا جی۔۔۔ مجھے سر سے بات کرنی ہے۔"

"تو آپ اندر چلی جائیں نا۔" چوکیدار کے کہنے پر وہ ناچار آفس کی طرف بڑھی مگر اندر بیٹھے دو تین اسٹوڈنٹس کو دیکھ کر اندر جانے کی بجائے آفس کے سامنے سے گزر کر آگے چلی گئی تو چوکیدار نے اسے حیرت سے دیکھا تھا۔ اور کندھے اچکا کر واپس بینچ پر جا بیٹھا تھا تھوڑی دیر بعد واپس پلٹی تو اسٹوڈنٹس آفس سے نکل رہے تھے۔ کافی حوصلے کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے آفس کے اندر قدم رکھا تھا۔

"سر میں اندر آسکتی ہوں؟"

"No" اس نے فارمیلٹی کے طور پر کہا تھا مگر زین العابدین کا یک لفظی انکار سن کر وہ جہاں کی تہاں رہ گئی۔

"سر مجھے آپ سے بات کرنی ہے؟" اس نے وہیں کھڑے کھڑے وضاحتی انداز میں کہا۔

"اور مجھے آپ کی کوئی بات نہیں سننی۔" سابقہ لہجے میں کہتے ہوئے اس نے ٹیبل پر رکھے فون سیٹ کا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنا شروع کیے تو عرفہ واپسی کے لیے مڑ گئی۔

"اس کی زندگی میں امید کا پنچھی نہ پہلے تھا نہ اب۔۔۔ لہٰذا اس کے اڑنے کا تو سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ زندگی بس ویسی ہی تھی جیسے پچھلے تین سال سے۔ اذیت کی بھٹی میں سلگتی، ناامیدی کے دامن میں پناہ لیتی ہوئی، آنے والے وقت کے خوف میں جکڑی ہوئی، قسمت کے اندھیروں سے الجھتی ہوئی اور ان اندھیروں میں امید کا چراغ روشن کرنے والا کوئی نہ تھا۔

☆ ☆ ☆

ایوارڈ سرمنی فنکشن کی ڈیٹ فکس ہوتے ہی میڈم مہائہ نے ان سب کو طلب کیا تھا۔

"بچو آپ لوگوں کو پتا ہے نا کالج کا اینول فنکشن سر پر ہے۔"

"یس میم۔۔۔ ہم نے ڈریسز سلوانا شروع کر دیے ہیں۔" نمرہ نے بعجلت کہا تھا۔

"ورائٹی شو کی کمپیئرنگ کے لیے ایک تو آپ کے بھائیوں میں سے ہو گا ایک آپ لوگوں میں سے ہو جائے۔"

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com/

"میرا تو کوئی بھائی ہی نہیں ہے۔" فضا نے پریشانی سے آنکھیں پھیلا کر سرگوشی نما انداز میں کہا تھا۔

"بدتمیز کلاس فیلوز کو بھائی کہہ رہی ہیں۔" عرفہ نے ڈپٹا تھا۔

"کوایجوکیشن میں ہم بھلا بھائیوں کے ساتھ پڑھنے آئے ہیں۔۔۔"

"کمال ہے آپ سب لوگ لوئرز بننے جا رہے ہیں اتنی خاموشی کیوں ہے؟" میڈم نے حیرت کا اظہار کیا تھا۔

"یہ فضا بہت بولتی ہے میم۔۔۔"

"نو نو میں بالکل نہیں بولتی۔۔۔ اور آئندہ تو بالکل نہیں بولوں گی آئی پرامس مجھے یہ سزا نہ دی جائے بولنے کی۔۔۔" فضا نے فوراً" ڈرنے کی ایکٹنگ کی تو میڈم نے گھورا تھا۔

"کشمنم ٹھیک رہے گی میم اس میں بہت کانفیڈنس ہے اور۔۔۔"

"میم پلیز مجھے گھر سے الاؤڈ ہی نہیں ہے۔" اس نے فوراً" ٹوکا تھا۔

"عرفہ نہ صرف اچھا بولتی ہے بلکہ ریجنل لیول پر ڈی بیٹر بھی رہ چکی ہے۔" فضا نے اظہار خیال کیا تھا۔

"مم۔۔۔ میرا تو فنکشن میں آنے کا ارادہ ہی نہیں ہے۔"

"میرا خیال ہے میں کمپیئرنگ کرلوں گی اگر کوئی کمی بیشی ہوئی تو ساتھ پرنسپل صاحب کو لے لوں گی آپ لوگ آرام سے تشریف رکھیے گا مہمان خصوصی کے ساتھ۔" میڈم عرفہ کو حقیقتاً" غصہ آگیا تھا۔

"پلیز ڈونٹ مائنڈ میم ہم ابھی آپ کو ڈیسائڈ کر کے بتا دیتے ہیں۔" سب سے پہلے عرفہ نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا تھا۔

"اوکے آپ لوگ جا سکتے ہیں۔" میڈم نے ہنوز پھولے منہ کے ساتھ کہا تو وہ ایک دوسرے کو گھورتی باہر چلی آئی۔

اور سب کے پاس ایک سے بڑھ کر ایک بہانے تھے سب کا اصرار تھا کہ عرفہ ڈی بیٹر رہ چکی ہے لہٰذا یہ کام صرف اس کے بس کا تھا۔

"اور جہاں تک میٹر لکھ کر دینے کی بات ہے تو وہ ہم مل کر لکھ دیں گے تمہیں صرف اسٹیج پر بولنا ہوگا کیونکہ یہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔"

اور عرفہ جس نے بہت کانفیڈنس کے ساتھ پروگرام کی ابتدا میں مائیک سنبھالا تھا جیسے اپنی ساری چوکڑیاں بھول بیٹھی تھی۔ قاری مجاہد کے ذرا سے دیر سے آنے پر یا پھر زین العابدین کے ایک فقرے نے ۔۔۔ وہ جو اپنی نفرت کے اظہار کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا۔ چاہے اس کی تنقید بھری نگاہیں ہوں۔۔۔ یا پھر کوئی طنزیہ استہزائیہ فقرہ۔۔۔ "مولوی صاحب میرا نکاح پڑھانے گئے ہیں دیر سے آئیں گے۔" کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ فقرہ کس کے لیے تھا اور جس کے لیے تھا اس کے اردگرد گونج رہا تھا۔

ورائٹی شو کے اختتام پر ڈنر تھا اور وہ الگ تھلگ کونے میں ایک ٹیبل پر آ کر بیٹھ گئی تھی۔ جبکہ باقی سب خوش گپیوں میں مگن پلیٹیں لیے ادھر ادھر پھر رہی تھیں ویٹر نے ایک دو بار اس کے پاس آ کر پوچھا مگر اس نے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔ مہمانوں کے درمیان پھرتے زین العابدین کی نظر اس ٹیبل پر پڑی جہاں وہ اردگرد سے بے نیاز بیٹھی تھی اور ایک استہزائیہ مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیل گئی۔ تبھی اس نے عرفہ کو خاموشی سے باہر کی طرف کھسکتے دیکھا تو اس کی فخریہ مسکراہٹ احتجاج میں بدل گئی۔ وہ جانتا تھا کہ تمام فی میل اسٹوڈنس ہاسٹل کی گاڑی میں آئی تھی۔ اب یوں اکیلے رات کے وقت بحفاظت ہاسٹل پہنچ جائے گی؟ یہ بات اس کے سوچنے کی نہیں تھی مگر وہ سوچ رہا تھا۔

اور پھر بلا سوچے سمجھے فنکشن کو ادھورا چھوڑ کر پارکنگ سے عجلت میں گاڑی نکال کر روڈ پر ڈال دی تھی اور جب وہ اسے روڈ کنارے جاتی دکھائی دی تو بے اختیار ہی اس کے پاس بریک لگائے تھے۔ وہ گاڑی کے یوں اچانک پاس رکنے پر تیزی سے دور ہوئی پھر حیرت سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

"گاڑی میں بیٹھو۔" وہ فرنٹ ڈور کھول کر درشتی سے کہہ رہا تھا اور گاڑی میں بیٹھتے ہی عرفہ کے دماغ نے فوراً" کام کرنا شروع کر دیا تھا۔ ہوٹل سے ہاسٹل کا فاصلہ محض آدھے گھنٹے کا تھا اور پندرہ منٹ گزر چکے تھے۔

"آئی تھنگ آپ کا ہاسٹل آ چکا ہے۔" وہ پندرہ منٹ بھی گزر گئے بلکہ عرفہ نے سوچنے میں ضائع کر ڈالے تھے اور اگر کوئی لمحہ بچا بھی تھا تو وہ اسے ضائع ہرگز نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"سر آپ میری بات سنیں۔"

"پلیز آپ اتریں گاڑی سے مجھے واپس جانا ہے۔" اس نے انتہائی بدتمیزی سے کہا تھا۔

"نہیں اتروں گی جب تک آپ میری بات نہیں سنیں گے۔" اس نے ہٹ دھرمی سے کہا تو وہ بے بسی سے اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

"اوکے آپ نے جو بکواس کرنا ہے کریں میں سن رہا ہوں۔"

"میرے بھائی کی غلطی نہیں تھی وہ عمر کو جانتے بھی نہیں تھے۔ اس نے ایک سال سے مسلسل میرا جینا دوبھر کر رکھا تھا اس روز اس نے۔۔۔" وہ انتہائی تیز رفتاری سے اسے بتاتی چلی گئی۔ "سر آپ کو یقین نہیں آ رہا تو اس کوچ کے ڈرائیور اور کنڈیکٹر سے مل کر پوچھ لیں انہوں نے بھی بار بار عمر کو سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ اس کا رویہ انتہائی غیر مناسب ہے۔" پتا نہیں زین العابدین نے اس کی بات کو سنا تھا یا نہیں مگر وہ سب کچھ کہنے کے بعد ہی گاڑی سے اتری تھی۔

اور زین اگلے کئی دنوں تک اپنے ہی رویے پر الجھن کا شکار رہا بھلا اسے کیا ضرورت پڑی تھی کہ عرفہ دن کو اکیلی نکلے یا رات میں اس کے پیچھے جائے کوئی تک بنتی تھی۔

☆ ☆ ☆

ایڈمن آفس میں ہلکے پھلکے ماحول میں فارم فل ہو رہے تھے کلیریکل اسٹاف کی موجودگی میں لڑکیوں کا ایک گروپ اپنے اپنے ایگزامز فارم فل کر رہا تھا۔

"لیجئے جی آپ کا فارم ہوا مکمل، اب یہاں سگنیچر بھی کر دیں۔" ایڈووکیٹ زین نے ایک نظر تمام ڈاکومینٹس پر ڈال کر نادیہ سے سائن کرنے کو کہا تھا اور جب اس نے سائن کر کے پیپرز اس کی طرف واپس بڑھائے تو وہ ایک بار پھر دیکھنے لگا تھا کہ شاید کوئی کمی رہ گئی ہو۔

"ویسے نادیہ آپ کا آئی ڈی کارڈ شو کرتا ہے کہ آپ کچھ زیادہ ہی پرانی ہیں۔" اس نے شگفتہ لہجے میں نادیہ کو مخاطب کیا تھا۔ نادیہ ایل ایل بی کی اسٹوڈنٹس میں سب سے میچور تھی اور وجہ بھی یہ تھی کہ وہ اردو میں ایم فل کرنے کے بعد اسے لاء کرنے کا شوق چڑھا تھا۔

تمام لڑکیوں کے چہروں پر دبی دبی مسکان آ گئی۔

"سر اب اتنی بھی پرانی نہیں ہوں آپ سے تو تھوڑی کم پرانی ہوں۔" نادیہ نے بظاہر برا مان کر کہا تھا۔

"اف نادیہ میں مانتا ہوں کہ میں نے بہت غلط بات کہی ہے مگر آپ نے تو حد ہی کر دی۔"

"سر میں نے حد کر دی ہے تو نکالیں ذرا اپنا آئی ڈی کارڈ۔۔۔؟" اس نے تنک کر کہا تھا۔

"آئی ڈی کارڈ تو میرا گھر رہ گیا ہے۔" اس نے انتہائی ہوشیاری کا مظاہرہ کیا تھا۔

"سر آپ اتنے پرانے ہیں کہ آپ کا آئی ڈی کارڈ گھر رہ گیا ہے۔" اسماء نے انتہائی معصومیت سے سوال کیا تو کلیریکل اسٹاف سمیت تمام لڑکیاں کھلکھلا اٹھی تھی۔

"ویسے آپ کے بچے بھی ہماری طرح بہت اچھا اچھا پڑھ رہے ہوں گے نا سر؟" زونیرا کے گاڈی پن سے اتنے نایاب سوال کی توقع کی جا سکتی تھی بھلا؟

"یا اللہ میں ان لڑکیوں کو کیوں چھیڑ بیٹھا؟" ایڈووکیٹ زین العابدین نے مصنوعی بے چارگی کے ساتھ خود کو کوسا تھا۔

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com/

"زونیرا بی بی ابھی تو مجھے یہ بھی نہیں پتا کہ عالم بالا میں میرے کتنے بچے دنیا میں آنے کو تیار پھر رہے ہیں اور آپ نے ان کے اسٹڈیز کا بھی سیاپا ڈال دیا۔" اس نے انتہائی سنجیدگی سے شکوہ کناں نظر زونیرا پر ڈالی تھی۔

"یہ تو ڈاکٹر صاحبہ آکر ڈیسائڈ کریں گی کہ کتنے بچے عالم بالا میں یہاں آنے کے لیے تیار ہیں۔" ایڈووکیٹ شیرازی نے اندر داخل ہوتے ہوئے اس کی بات سنی تھی۔ لہٰذا خود کو کہنے سے باز نہ رہ سکا تھا۔ اس کا شمار ان کے فیملی فرینڈز میں ہوتا تھا۔

"کون؟ ڈاکٹر صاحبہ کون سر؟" تمام اسٹوڈنٹس اس کی طرف متوجہ ہوئی تھیں۔

"اسٹوڈنٹس عنقریب آپ لوگوں کو ڈاکٹر شیریں صاحبہ اور ایڈووکیٹ زین العابدین کی شادی خانہ آبادی میں شرکت کا کارڈ ملے گا۔"

"ارے واقعی سر؟"

"جی آپ کو پہلے سے بتا رہا ہوں پھر یہ نہ ہو کہ عین وقت پر کہیں ... ہائے اللہ جی دوپٹا تو ٹھیک سے ڈائی نہیں ہوا ..." انہوں نے اپنی اسٹوڈنٹس کی نقل اتاری تھی۔

"سنو تمہارے پاس اس کلر کا دوپٹا ہو گا؟" تمام لڑکیاں بے ساختہ ہنسی تھیں جبکہ عرفہ ریاض نے پہلے توقف چہرے کے ساتھ ایڈووکیٹ شیرازی کو دیکھا اور پھر زین العابدین کو... اس کی آنکھوں میں نہ جانے کیا تھا کہ زین العابدین نے جلدی سے نگاہیں چرائیں مگر اگلے کئی روز تک وہ سوچتا ہی رہا۔ اس پل عرفہ کی آنکھوں میں کیسا تاثر ابھرا تھا؟ دکھ کا، خوف کا، تعجب کا یا پھر سب کچھ لٹ جانے کا، کسی ایسے صدمے کا جس کے بعد زندگی بے معنی لگنے لگتی ہے۔ اور یہ بات اس نے اتنی بار سوچی تھی کہ اسے شمار کرنا ناممکن ہو جاتا۔ مگر یہ قطعاً نہیں سوچا تھا کہ وہ یہ سب کیوں سوچ رہا تھا اگر سوچ لیتا تو شاید جان لیتا کہ جو رشتہ ان دونوں کے درمیان تھا ایک بے نام احساس کے ساتھ اپنی جگہ بنا رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

وہ اپنے دوست شیر بخت کی شادی میں شرکت کرنے کے لیے گیا ہوا تھا۔ شیر بخت کا تعلق کوئٹہ کے ایک نواحی گاؤں سے تھا، شیر بخت کے گاؤں کا ٹور بہت تھکا دینے والا مگر جہاں اس شادی میں شرکت کے طفیل اسے بلوچی ثقافت کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا وہیں شیر بخت اور ابن کے کزنز کے ساتھ اس نے شکار اور سیر و تفریح کا بھرپور لطف اٹھایا تھا مگر اب مزید ایک دن کا آف لے کر اس بھرپور تھکن کو بے فکری سے اتار رہا تھا اس کی گہری نیند موبائل کی بیپ سے ٹوٹی تھی۔ اس نے مندی مندی آنکھوں سے میسج دیکھتے ہوئے لیس کا بٹن دبایا تھا۔ دوسری طرف عقیلہ بھابھی تھیں۔

"ہاں زین کیسے ہو کیسی رہی شیر بخت کی شادی؟" چال احوال کے بعد وہ شادی کی رپورٹ لے رہی تھیں۔

"بہت زبردست ... بھابھی آپ سنائیں گھر میں خیریت ہے۔"

"سب ٹھیک ٹھاک ہے۔ اور میں نے تمہیں یہ بتانے کے لیے فون کیا تھا کہ ڈاکٹر شیریں لیبی دبئی کانفرنس سے آگئی ہے اور اس کے دادا جان بھی عمرہ کر کے واپس آچکے ہیں۔ تو بابا جان کہہ رہے تھے کہ اسی ہفتے کا کوئی ٹائم لے لیتا ہوں۔"

"ہوں!"

"کیا ہوں؟ بھئی کوئی دن بتاؤ جب تم مکمل طور پر فری ہو گے۔ بابا جان دو دن پہلے اس معاملے میں مجھ پر سخت ناراض ہو چکے ہیں کہ اتنے مہینوں سے معاملہ چل رہا ہے اور ابھی تک کچھ فائنل نہیں ہو سکا۔ وہ تو اسے تمہاری اور میری نالائقی قرار دے رہے تھے بہرحال اب مزید دیر نہیں ہونی چاہیے تم دونوں ایک دوسرے کو دیکھ لینا اس کے بعد ہی کوئی فیصلہ بزرگوں کے درمیان ہو گا۔"

"دیکھتا ہوں بھابھی ... پھر آپ کو انفارم کر دوں گا، بابا جان کہاں ہیں؟" اس نے بے دلی سے کہا تھا۔

"بابا جان تو زمینوں پر گئے ہیں لو ماں جی سے بات کرو۔" انہوں نے ماں جی کو موبائل دیا تو وہ قدرے غائب دماغی سے ان کے سوالوں کا جواب دینے لگا تھا۔

☆ ☆ ☆

دمادم مست قلندر کی دھن پر ناچتے گاتے بدمست درویش شام کے اس شور شرابے میں گردوپیش سے بے نیاز جھوم رہے تھے زائرین کی ٹولیاں آتی جاتی سلام کر کے پلٹ رہی تھیں نذرانے کے صندوقچے کھلنے کا ٹائم ہو رہا تھا۔ "پنج اکھیوں والی سرکار کے مزار پر" کے مزار پر ڈوبتے سورج کے ساتھ دیا جلا کر وہ تیزی سے پلٹی تھی۔ اس نے رکشے والے کو رکنے کے لیے کہا تھا اور شام کے دھندلکے میں عصر کی اذانوں کے ساتھ پھٹ پھٹ کرتے رکشے میں واپسی کا سفر طے کر رہی تھی۔ سیاہ سوک اکارڈ کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے زین العابدین کی نگاہ بے دھیانی میں اس پر پڑی اور پھر اسے گردوپیش کا دھیان کم ہی رہا تھا۔ وہ بھلا اس وقت کہاں سے لوٹ رہی تھی یہ سوچنے کی ضرورت اسے قطعاً نہ تھی مگر اس نے سوچا تھا اور اس قدر شدومد سے سوچا تھا کہ اس کا دھیان پیچھے اور سوچنے کے مقابل ہی نہ رہا تھا۔ اس نے مناسب فاصلہ رکھ کر اس کا تعاقب شروع کیا تھا اور رکشا ہاسٹل کی سڑک پر مڑا تو وہ تیزی سے کراس کر کے ہاسٹل کے گیٹ پر آرکا تھا۔ عرفہ ریاض گیٹ پر آکر اتری تو وہ گاڑی سے اتر کر اس کے پاس چلا آیا تھا۔

"یہ آپ اس وقت اکیلی کہاں گئی تھیں؟" بلا سوچے سمجھے وہ اس کا راستہ روک کر ترش لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

"میں تو ہمیشہ اکیلی جاتی ہوں آپ آج کیوں پوچھ رہے ہیں؟" بڑے تحمل اور سکون سے اس نے جواباً سوال کر ڈالا تھا۔

"میں نے پوچھا ہے آپ اس وقت گئی کہاں تھیں؟" اس نے لفظ اکیلی ہٹا دیا تھا۔

"سر مجھے کسی نے بتایا تھا کہ سات جمعرات ڈوبتے سورج کے ساتھ "پنج اکھیوں والی سرکار کے مزار پر دیا جلانے سے بندھے ہاتھوں کی ہتھکڑیاں کھل جاتی ہیں میں نے سوچا جہاں میں نے زندگی کو گروی رکھ دیا وہاں یہ تو کوئی بڑی بات ہی نہیں۔" زین العابدین لاجواب ہو کر کھڑا رہا اور وہ اندر جا چکی تھی۔

مگر واپس پلٹنا اس کے لیے اتنا آسان نہیں تھا۔ اور واپس پلٹنے کے بعد بھی وہ بہت دیر تک حساب کتاب کرتا رہا۔ اس نے واپسی کے سفر میں عرفہ کو موسی خیل کے قریب دیکھا تھا۔ اور "پنج اکھیوں والی سرکار" کا مزار تو بہت آگے تھا شاید پندرہ بیس کلو میٹر، اس کا یوں تنہا رکشے پر جانا اور... زین العابدین کی آنکھ جیسے لگتے لگتے کھل جاتی اور اگلی جمعرات وہ ہاسٹل سے خاصا دور گیٹ پر نظر جمائے محو انتظار تھا وہ باہر نکل کر رکشے پر بیٹھی تو اس نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے آگے بڑھا دی۔

اگر طاہر قیوم دیکھ لیتے جو قدم انہوں نے ابوذر ریاض کے خاندان کو خوار کرنے کے لیے اٹھایا تھا۔ ان کا وہی قدم اب ان کے لاڈلے زین العابدین کو کس طرح خاک چھاننے پر مجبور کر رہا تھا۔ مگر وہ نہیں دیکھ سکتے تھے۔

☆ ☆ ☆

"السلام علیکم بھابھی" سائیلنٹ موبائل نے بار بار وائبریٹ ہو کر اسے پچھلے دروازے سے کلاس روم سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"وعلیکم السلام۔"

"عرفہ کیسی ہو؟"

"میں ٹھیک ہوں آپ سنائیں خیریت ہے۔" بات کرتے کرتے وہ ساتھ میں خالی کلاس روم میں داخل ہو گئی تھی۔

"ہاں خیریت ہی ہے میں نے یہ پوچھنے کے لیے فون کیا تھا کہ اس سنڈے کو تمہارا گھر آنے کا ارادہ ہے یا نہیں۔"

"آپ سنائیں خیریت تو ہے قبل از وقت کیوں پوچھ

http://famousurdunovels.blogspot.com/

رہی ہیں؟"

"عیسیٰ کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ تو رات کو بھی بھائی جان کو بلوانا پڑا میں سوچ رہی ہوں چند دنوں کے لیے امی کی طرف چلی جاؤں کوئی ایمرجنسی....."

"کیوں بھابھی عیسیٰ کی طبیعت زیادہ خراب ہے؟"

وہ ازحد پریشان ہو گئی۔

"ڈائریا ہو گیا ہے تو پھر... ابھی تو میڈیسن دے رہی ہوں دعا کرو بہتر ہو جائے۔" انہوں نے ہچکچاہٹ کے ساتھ بتایا تھا۔

"بھابھی میرا اس ہفتے آنے کا قطعاً کوئی ارادہ نہیں ہے آپ ضرور آنٹی کی طرف چلی جائیں وقت بے وقت عیسیٰ کو ہاسپٹل لے جانا پڑا تو آپ کو سہولت رہے گی۔" اپنا پروگرام دل ہی دل میں کینسل کرتے ہوئے اس نے یقین دہانی کرائی تھی۔ فون بند کر کے وہ کچھ دیر تک یوں بیٹھی رہی پھر یک دم ہی ٹیبل پر سر رکھ کر رو دی۔ بھابھی کی پریشانی کا خیال تھا پیارے ننھے بھتیجے کی تکلیف کا احساس یا پھر یہ احساس کہ اس پر یہ وقت بھی آنا تھا جب وہ ویک اینڈ پر اپنے گھر نہیں جا سکے گی اس کے تصور میں گھر پر پڑا تالا آ رہا تھا۔

گھڑی پر ٹائم دیکھتے ہوئے وہ اپنے آفس سے نکل کر کلاس روم کی طرف آیا تھا مگر کلاس روم سے ایڈووکیٹ ذوالفقار صاحب کے بولنے کی آواز سن کر اندازہ ہوا کہ ان کا لیکچر ابھی جاری تھا۔ آفس کی جانب واپس جانے کے بجائے وہ انتظار کرنے کا ارادہ باندھ کر سامنے کلاس روم میں داخل ہوا مگر یک دم ٹھٹک گیا تھا۔ ٹیبل پر سر رکھ کر ہچکیوں اور سسکیوں کے ساتھ روتی عرفہ ریاض کو دیکھ کر اس کے قدم وہیں ٹھہر گئے تھے۔ ایک نامانوس سے احساس کے تحت عرفہ نے سر اٹھایا تھا۔

"کیا ہوا ہے آپ کو... کیا مسئلہ ہے؟" بے ساختہ ہی وہ پوچھ بیٹھا تھا۔ حالانکہ اس کے مسئلوں سے وہ بے خبر کب تھا۔

"کچھ نہیں!" اس نے آنسو صاف کرتے ہوئے نفی میں سر ہلایا اور تیزی سے اٹھ کر کلاس روم سے نکلتی چلی گئی۔ وہ کتنی ہی دیر تک وہاں کھڑا تھا۔

بہت دن پہلے اس کے دل میں کوئی دراڑ پڑی تھی کب؟ یہ زین العابدین نہیں جانتا تھا۔ وہ تو بس یہ جانتا تھا کہ آج اس دراڑ کی جگہ اس نے ایک شگاف نمودار ہوتے دیکھا تھا۔ اور یہ شگاف اتنا بڑا تھا کہ عرفہ ریاض با آسانی اس میں سے گزر کر قابض ہو گئی تھی۔ کوئی جگہ عمر مبارک کی تھی اور کہیں وہ قابض تھی۔

"کیا ہر رشتے کی اپنی اپنی جگہ ہوتی ہے؟" اس نے خود سے بار بار سوال کیا تھا اگلے کئی دنوں تک... کئی ہفتوں اور مہینوں تک وہ بھابھی کو ٹال ٹال کر تھک گیا تو سب کچھ کہہ ڈالا تھا۔

"بھابھی ہمارے خاندان کی عورتیں پردوں والی گاڑیوں میں، سیاہ شیشوں والی گاڑیوں میں سفر کرتی ہیں۔ اور وہ ہر جگہ... میں برداشت نہیں کر پاتا یہ نہیں کہ میں سب کچھ بھول جاتا ہوں... مگر میرا دل چاہتا ہے میں اس لڑکی کو بند کر دوں میں اسے پابند کر دوں قید کر دوں وہ یوں کہیں بھی نہ جا سکے اس کے چھوٹے چھوٹے بھتیجے ہیں۔ اس کے ساتھ آنے والا کوئی نہیں سوائے فواد صدیقی اور اس سے بھلا اس کا رشتہ ہی کیا ہے۔" سب جاننے کے بعد عقیلہ بھابھی نے صرف ایک بات کہی تھی۔

"وہ لڑکی تمہیں کہاں ملی زین؟" تم جانتے ہو تمہاری اس بات کی بھنک بھی بابا جان کو پڑ گئی تو وہ طوفان کھڑا کر دیں گے وہ بھلا گوارہ کر سکتے ہیں کہ....."

اور طوفان آیا پھر قیوم ہاؤس کے در و دیوار لرزا کر چھٹ بھی گیا کہ ہر طوفان کو چھٹ جانا ہوتا ہے اگر معاملہ اولاد کا ہو تو....

☆ ☆ ☆

اے شان کریمی مجھے مایوس نہ کرنا
تقدیر بدل جاتی ہے دعاؤں کے اثر سے

"ماشاءاللہ کتنا خوب صورت شعر ہے۔" حقیقتاً شبنم کے پڑھے گئے اس شعر نے عرفہ کے دل کو چھو لیا تھا۔

"عرفہ اب تمہاری باری ہے۔"

بڑی بے اماں ہے زندگی، اسے بن کے کوئی پناہ ملے
کوئی چاند رکھ میری شام پر میری شب کو مہکا گلاب کر
کوئی بدگماں سا وقت ہے کوئی بدگماں سی دھوپ ہے
کسی سایہ دار سے لفظ کو، میرے جلتے دل کا حجاب کر

"واؤ... زبردست۔" سب نے دل کھول کر داد دی تھی۔

"ویسے اس زمین پر لکھا گیا ایک اور شعر بھی مجھ پر وارد ہو چکا ہے اگر....."

"عرفہ ریاض سے کوئی ملنے آیا ہے۔" دروازہ ناک کر کے پیون نے اطلاع دی تھی۔

"بیٹا میں آپ کو لینے آیا ہوں گھنٹے تک تیار ہو جاؤ میں ایک دو ضروری کام نبٹا کر آپ کو پک کرتا چلوں گا۔" فواد صدیقی نے مختصر بات چیت کر کے بتایا تھا۔

"ٹھیک ہے بھائی جان۔"

"آپ اپنا سارا سامان پیک کر لیں شاید آپ کا واپس آنا نہ ہو سکے۔"

"جی!" حیرت اور استعجاب سے وہ یہی کہہ سکی۔

"اصل میں عمر مبارک کے والد صلح کا بیان دینے پر راضی ہو گئے ہیں۔" عرفہ کو پہلے تو اپنے کانوں پر یقین ہی نہ آیا اور پھر خوف اور خوشی کے ملے جلے احساسات نے گھیر لیا تھا۔

☆ ☆ ☆

جو لوگ آتے ہوئے اس کے ساتھ آئے تھے وہ مہربان چہرے کورٹ کے احاطے میں ہی رہ گئے تھے وہ واپسی کا سفر اجنبی لوگوں کے ساتھ طے کر رہی تھی۔

بے تحاشا اندیشوں کے ساتھ دل میں ایک ہوک سی اٹھ رہی تھی۔ کیا یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ بھیا کو آزاد دیکھ لیتی۔ وہ گھر لوٹ کر آتے تو تب اس اجنبی دیس کی مسافت اختیار کرتی۔ بیانات کے بعد رہائی کے عمل میں تین چار دن لگنے تھے۔

علی حسن ڈرائیو کر رہے تھے جبکہ ان کے ساتھ سنگلاخ چہرہ لیے طاہر قیوم بیٹھے تھے اور اپنی گفتگو میں جیسے اس کے وجود کو یکسر فراموش کر چکے تھے ڈھائی گھنٹے کی مسافت کے بعد گاڑی ایک چار دیواری کے اندر رکی تو وہ دونوں اتر کر اندر کی طرف بڑھ گئے تھوڑی دیر میں اک ملازمہ نے اسے اترنے کو کہا اور اسے لیے طاہر قیوم کے کمرے میں چلی آئی جہاں گھر کے سارے افراد موجود تھے سمیت زین العابدین کے.... جو ٹانگ پر ٹانگ رکھے طاہر قیوم کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھا تھا۔ اس نے محض ایک نگاہ اس پر ڈالی اور دوبارہ سے باپ کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"بہو... اس لڑکی کے سامان کو دیکھ لو۔ کوئی فالتو چیز اس کے پاس نہیں ہونی چاہیے کوئی موبائل وغیرہ۔" انہوں نے کڑے لہجے میں کہا تو عرفہ نے پرس میں سے موبائل نکال کر خود ہی علی حسن کی بیوی عقیلہ کی طرف بڑھایا تھا۔

"بہو اس لڑکی سے موبائل لے لو اور لڑکی یاد رکھو تمہارا اپنے پیچھے کسی سے رابطہ نہیں ہونا چاہیے یوں سمجھو وہ سب تمہارے لیے مر گئے۔" انتہائی سفاکانہ الفاظ پر یک دم اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں تو اس نے سر نیچے جھکا لیا تھا۔

"ہم نے تمہارے بھائی سے بدلہ لینے کے لیے یہ قدم اٹھایا ہے۔ ورنہ بہت جلد ہم زین العابدین کی پسند اور مرضی سے شادی کروا رہے ہیں۔" سچ یہی تھا کہ وہ اسی شرط پر راضی ہوئے تھے اگر زین العابدین ان کی خواہش پر دوسری شادی کر لے اور اس لڑکی کو صرف انتقاماً" اس گھر میں سسکتی زندگی گزارنے کے لیے لائے تو وہ صلح کے بیانات دے سکتے ہیں۔

"لے جاؤ اسے...." بالآخر اس کی پیشی اختتام پذیر ہوئی۔

"بھابھی کھانا لگوائیں مجھے تھوڑی دیر میں واپس جانا ہے۔" زین العابدین کے کہنے پر وہ کچن میں آئیں تو زین بھی عقیلہ کے پیچھے چلا آیا تھا۔

"بھابھی میں آج واپس جا رہا ہوں۔"

"ہاں تو جاؤ نا میں نے کب منع کیا ہے۔" انہوں

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com/

نے بے مروتی سے کہا تھا۔
"مجھے اکیلے ڈر لگتا ہے۔" اس نے معصومیت سے بتایا تھا۔
"اچھا کچھ کرتی ہوں۔۔۔ کہیں میری ہی بابا جان سے بے عزتی نہ کروا دینا۔"
"اماں جان۔۔۔ اس کو زین کے ساتھ بھیج دیں یہ اکیلا رہتا ہے تو کوئی ملازمہ بھی نہیں آتی۔۔۔ کام کی سہولت ہو جائے گی۔" عقیلہ نے اماں جان سے پوچھنے کے در پر وہ طاہر قیوم سے اجازت لینا چاہی۔
"بیٹی جس کی چیز ہے وہی سنبھالے۔۔۔ اچھا برا جو سلوک ہے وہی جانے اس کو کھانا دو اور ساتھ کروا کے۔۔۔" سردار بانو کے کہنے پر طارق قیوم نے ہنکارا بھرا مگر خاموش رہے تھے۔
"کھانا نہیں کھایا تم نے؟" عقیلہ نے ٹرے میں رکھے جوں کے توں کھانے کو دیکھا تھا۔
"یہ کچھ کپڑے ہیں پتا نہیں تمہارے ناپ کے ہیں یا نہیں میں نے زین سے پوچھ کر اندازاً سلوائے تھے۔"
"چارلی۔ اس کو زین کی گاڑی میں بٹھا آؤ۔" عقیلہ کا دیا شاپر پکڑ کر وہ حیران تھی۔ جب گاڑی گاؤں کی حدود سے نکل کر نسبتاً صاف شفاف روڈ پر پہنچی تو یک دم رک گئی۔
"آگے آ کر بیٹھو۔" اپنے دھیان سے چونک کر اس نے سنا تھا۔ وہ نارمل سے انداز میں فرنٹ ڈور کھول کر اس سے مخاطب تھا وہ کچھ کہے بغیر آگے آ کر بیٹھی تو گاڑی دوبارہ سے اسٹارٹ ہو گئی۔
"یہ لے لو۔" وہ اس کا موبائل پاکٹ سے نکال کر اس کی طرف بڑھا رہا تھا عرفہ نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔
"میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ میرے دل میں تمہارے بھائی کی بہت گنجائش ہے۔ اور مجھے نہیں لگتا کہ جب تک مجھے عمر یاد رہے گا تب تک کوئی گنجائش نکلے گی۔ مگر میں تمہیں اپنے رشتوں سے ملنے اور رابطہ رکھنے سے نہیں روکوں گا۔ البتہ اتنا محتاط رہنا کہ بابا جان کو پتا نہ چلے۔۔۔ فی الحال فون پر ہی بات چیت کر لینا۔"
اور عرفہ کچھ بول نہ سکی بس اس کے زردی کھنڈے چہرے پر زندگی دوڑنے لگی تھی۔
"اور بابا جان نے تم سے جو کہا اس کے لیے بہت بہت معذرت۔۔۔ آئندہ کسی دوسرے کی باتوں پر مت رونا تمہارے آنسو مجھے ہارنے پے مجبور کر دیتے ہیں اور جو چیز ہمیں ہارنے پر مجبور کر دے وہ بالکل اچھی نہیں لگتی۔" عرفہ کو لگا اس کی زندگی میں اتنا حیرت بھرا دن کبھی نہیں آئے گا۔
"تمہارے لیے میرے دل میں ابھرنے والا پہلا احساس عزت کا تھا اور یہ احساس کب محبت میں بدل کر مجھے بے بس کر گیا مجھے پتا نہیں چلا۔" وہ اس کا گود میں دھرا ہاتھ پکڑ کر اسٹیرنگ میں رکھ کر کہہ رہا تھا۔
"تم میری عزت محبت اور خواہش تو ہو مگر انتقام ہرگز نہیں تم کچھ کہو گی نہیں؟" وہ پوچھ رہا تھا اور عرفہ کا دل چاہا وہ کہے۔

ملنا تمہارا مجھ سے کوئی حادثہ نہ تھا
یہ کارنامہ دل کا کرشمہ دعا کا تھا

وہ گنگ سی خاموش تھی مگر اسے یقین تھا یہ سفر زندگی بھر کا تھا اور کبھی نہ کبھی وہ دل کو چھو لینے والے ان الفاظ کے سہارے اپنے جذبات کا اظہار کر سکے گی۔
ڈھلتی دوپہر کے سائے لمبے ہو کر ماحول کو ٹھنڈک بخش رہے تھے گاڑی کے باہر کا موسم جتنا سہانا تھا اندر کا اس سے زیادہ خوشگوار اور ان دونوں کے دل اس سہانے موسم کی لے پر یکساں تال سے دھڑک رہے تھے۔

☆ ☆